روایاتِ اسلام

محمد الدین فوق

ہماری مطبوعات اور محکمہ تعلیم جموں و کشمیر

ترجمہ چٹھی نمبر ۱۹۰۰ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۲۹ء منجانب صاحب سیکرٹری ہوم منسٹر ایجوکیشنل برانچ گورنمنٹ جموں و کشمیر

جواب آپ کی چٹھی مورخہ ۳ جنوری ۱۹۲۹ء میں آپ کو دفتر ہذا کی چٹھی نمبر ۱۲۱۵ مورخہ ۱۳ جنوری ۲۲ء کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ آپ کی مندرجہ حاشیہ کتب پہلے ہی سے سکولوں کی لائبریریوں اور تقسیم انعامات کے لئے منظور ہو چکی ہیں۔ فہرست ہذا میں آپ کی کتاب "حکایات کشمیر" کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ وہ اب موصول ہوئی ہے۔ اور اس پر غور کیا جا رہا ہے۔

۱۔ قسمت کے موتی
۲۔ روایات اسلام
۳۔ سوانح عمری مولانا غنی
۴۔ مشاہیر کشمیر
۵۔ مکمل تاریخ کشمیر
۶۔ کشمیر کی رانیاں

یہ کتاب یعنی "حکایات کشمیر" بھی صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم جموں و کشمیر نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۹ء کی چٹھی نمبری ۲۰۳ کے ذریعہ سکولوں کی لائبریریوں اور انعامی کتابوں کے لئے منظور فرمائی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ گورنمنٹ جموں و کشمیر کے صاحبان انسپکٹران مدارس اور ان کے اسسٹنٹ صاحبان اور ہائی مڈل اور پرائمری سکولز کے ہیڈ ماسٹر صاحبان ہماری مقبول عام کتابوں کی طرف جو طلباء کشمیر کے لئے نہایت مفید ہیں خاص توجہ فرما کر ہماری سرپرستی فرمائیں گے۔

المشتہر

میسرز ظفر برادرس پبلشرز و بکسیلرس ظفر منزل لاہور

روایاتِ اسلام

اسلامی تاریخ کے سبق آموز واقعات اور نتیجہ خیز و شاندار روایات

کا منظوم مجموعہ

جس میں مولانا شبلی۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ مولوی ظفر علی خاں۔ مولانا شفیق عماد پوری۔ مولانا اسلم جیراج پوری اور بعض اور مشہور قومی شعراء کی وہ اسلامی تاریخی نظمیں درج ہیں جن میں خلق محمدیؐ۔ اسلامی حریت، مساوات عدل و انصاف اور بذل و ایثار کے زریں واقعات اس غرض سے درج کئے گئے ہیں کہ ہماری قومی عصبیت۔ مذہبی حرارت۔ ہمارے روحانی جذبات اور ہماری سیزدہ صد سالہ لازوال روایات ہر وقت ہمارے دلوں میں تازہ رہیں

مرتبہ

محمد الدین فوق ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور

محرم سنہ ۱۳۴۹ ہجری   مطابق   سنہ ۱۹۳۰ عیسوی

قیمت چھ آنہ   بار سوم   تعداد جلد ایک ہزار

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روایاتِ اسلام

شہنشاہِ کونین بحالتِ مزدور

(از علامہ شبلی نور اللہ مرقدہ)

ہجرت کے بعد آپ نے پہلا کیا جو کام — تعمیر سجدہ گاہِ خدائے انام تھا

ایک قطعۂ زمیں تھا کہ اس کام کیلئے — واقع میں ہر لحاظ سے موزوں مقام تھا

وہ قطعۂ زمیں تھا یتیموں کی ملکِ خاص — ہر چند قبر گاہ و گندہ گاہِ عام تھا

چاہا حضور نے کہ بہ قیمت خرید لیں — ان کے مربیوں سے کہا جو پیام تھا

ایتام نے حضور میں آکر یہ عرض کی — یہ چیز ہی کیا ہے کہ جو اہتمام تھا

یہ ہدیۂ حقیر پذیرا کریں حضور! — اللہ اس زمین کا یہ احترام تھا

لیکن حضور نے نہ گوارا کیا اسے — منت کشی سے آپکو پرہیز تام تھا

احسان اور وہ بھی یتیمانِ زار کا — بالکل خلافِ طبع رسولِ انام تھا

بارہ ہزار سکہ رائج عطا کیے — یہ تھا وہ خُلق جس سے مخالف بھی رام تھا

سامان جو ضرور ہیں تعمیر کے لیے — اب ان کی فکر مشغلۂ صبح و شام تھا

مزدور کی تلاش بھی تھی سنگ و گِل کی بھی — از بسکہ جلد بننے کا خاص اہتمام تھا

انصارِ پاک اور مہاجر تھے جس قدر — مزدور بن گئے کہ خدا کا یہ کام تھا

اک اور نفسِ پاک بھی ان سب کا تھا شریک — جو آب و گِل کے شغل میں بھی شاد کام تھا

کندھے پہ اپنے لاد کے لاتا تھا سنگ و خشت — سینہ غبارِ خاک سے سب گرد فام تھا

سمجھے کچھ آپ کون تھا اُن کا شریکِ حال — یہ خود وجودِ پاک رسولِؐ انام تھا

جو وجۂ آفرینشِ افلاک و عرش ہے — جس کا کہ جبرئیلؑ بھی ادنیٰ غلام تھا

صلواۃ علی النبی واصحابہ الکرام

اس نظم مختصر کا یہ مسک الختام تھا

ایثار کی بہترین نظیر

از مولانا شبلی النعمانی مرحوم

کافروں نے یہ کیا جنگِ اُحد میں مشہور — کہ پیمبرؐ بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ دودم

ہو کے مشہور مدینہ میں جو پہنچی یہ خبر
ہر گلی کوچہ بنا ماتم کدۂ حسرت و غم

ہو کے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر
کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم

وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینانِ عفاف
جن میں تھیں سیدۂ پاک بھی با دیدۂ نم

ایک خاتون کہ انصار انکو نام سے تھیں
سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش و حواس انکے بہم

موقع جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا
کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم

تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی
تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیر ستم

سب سے بڑھکر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید
گھر کا گھر صاف ہوا ٹوٹ پڑا کوہِ الم

اس عفیفہ نے یہ سب سنکے کہا تو۔ یہ کہا
یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ امم

سب نے دی اسکو بشارت کہ سلامت ہیں حضور
گرچہ زخمی ہیں مگر سینہ و پہلو و شکم

بڑھکے اُسنے رُخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج و الم

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

ایفاءِ عہد

(جناب حکیم افتخار علیہ صاحب محمدیقی وارثی)

کیا مبارک تھے طریقے احمد مختار کے
قول کے پورے تھے ہے آپ تھے اقرار کے

امرِ حق اظہار کرنے میں نہ ڈرتے تھے حضورؐ ‏ جو زباں سے بات کہتے تھے وہ کرتے تھے حضورؐ

شام کو بیٹھے تھے اک دن در پہ فخرِ مرسلاں ‏ پیشوائے ہر دو عالم بادشاہِ دو جہاں!

ہادیِ برحق تھے راہِ نیک سے تھا جنکو کام ‏ قیصر و فغفور جنکے در کے تھے ادنیٰ غلام

اتفاقاً اس گھڑی یہ واقعہ نادر ہوا ‏ اک یہودی مصطفےٰ کے سامنے حاضر ہوا

نرخ جو بازار کا تھا طے وہ ہو کر آپ سے ‏ اُس یہودی نے خریدے خرمۂ تر آپ سے

ہو چکا سب کام حجت تھوڑی باقی رہ گئی ‏ کچھ دیئے دام اور قیمت تھوڑی باقی رہ گئی

اُس نے حضرت سے کہا اے سیدِ پاک امیں ‏ دام میرے پاس ہو جو اس جگہ پورے نہیں

مجھکو جانے دیجئے پھر کر ابھی میں آؤنگا ‏ دام جو باقی ہیں گھر سے لا کے سب دے جاؤنگا

وہ یہودی ہو کے رخصت آپ سے آیا جو گھر ‏ اپنے بچوں میں ہوا مصروف ہو کر بے خبر

اپنے وعدہ پر رہے قائم حبیبِ کبریا ‏ رات بھر بیٹھے رہے در پر محمدؐ مصطفےٰ

آپ تھے بیدار اپنے گھر یہودی بیخبر ‏ الغرض نورِ سحر چمکا جبینِ چرخ پر

آسماں کی بزم سے غائب ستارے ہو گئے ‏ سونے والے رات کے بیدار سارے ہو گئے

وعدۂ دو شنبہ کا آیا یہودی کو خیال! ‏ جی میں گھبرایا ہوئی دل کو پشیمانی کمال

دام لیکر خدمتِ شاہِ دو عالم میں گیا ‏ عذر وعدہ بھول جانیکا یہودی نے کیا

ہنس کے حضرت نے کہا ہم بھولنے والے نہ تھے ‏ راستہ دیکھا کئے سوئے نہیں بیٹھے رہے

ہم نے جو وعدہ کیا تھا اُس کا تھا ہمکو خیال
تم اگر اُکر پلٹ جاتے ہمیں ہوتا ملال
داہ رے وعدے کے سچے شاہِ ذیشانِ جگر
تجھپہ قربان دل ہو صدقے تجھپہ ہو جانِ جگر

اِستقلالِ نبوّت

(از ملک نصر اللہ خاں بی۔ اے عزیز)

فتح مکّہ پہ کیا بعض قبائل نے خیال
ابھی کمزور ہے اسلام کی شمشیر دودم
ابھی موقع ہے کہ پامال جفا کر ڈالیں
ابھی فرصت ہے کریں اسکو نہ تیغِ ستم
مجتمع ہو کے ہوازن و ثقیفہ نے کیا
کوچ مکّہ کی طرف صورتِ سیلابِ عرم
ایک طوفان تھا وہ کفر و ستم کا گویا
جو بڑھا آتا تھا غراتا ہوا سوئے حرم
جاں نثارانِ رسالت بھی بڑھے بہرِ دفاع
زیرِ رہبر عسکری سرورِ ہر دو عالم
صفِ اوّل میں تھے سب حلقہ بگوشانِ جاوید
جملہ نا واقفِ فن اور جواں مرد بہم
بید ھڑک گھاٹیوں کی سمت بڑھے جاتے تھے
فرطِ کثرت سے تھا کچھ ایسا دگرگوں عالم
کہ یکایک ہوئی تیر انگنی از سمتِ جبل
جیسے ساون کے مہینے میں ہو بارش پیہم

یا تو یہ جوش تھا یا ہوش بھی باقی نہ رہا
یا بڑھے جاتے تھے یا ہٹنے لگے سب کے قدم

بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ شیرانِ وغا
شکلِ روباہ گریزاں تھے بصد حیلہ و رم

ہاں مگر مرکزِ توحید نہ جانے سر کا
اس کے تیور تھے وہی اور وہی تھی دم خم

گونج اٹھے نعرہ توحید سے سب دشت و جبل
متکلم ہوئے یوں بڑھ کے شہنشاہِ امم

میں تو سچا ہوں نبی میری صداقت یہ ہے
کہ نہ اکھڑیں کبھی ہنگامِ وغا میرے قدم

غلبۂ کفر یہ سنتے ہی ہوا سب مغلوب
اور جمعیتِ کفار ہوئی سب برہم

فرزند رسول (صلعم) کی وفات

از مولانا ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے

مصطفیٰ جب خاک میں بیٹے کو آئے سونپ کر
ٹکڑے ٹکڑے تھا کلیجہ پارہ پارہ تھا جگر

کہتی تھی شانِ رسالت یہ ہے وقتِ صبر و شکر
گرچہ تھا دل کا تقاضا رو ئیے دل کھول کر

تھے صحابہ بھی شریک اس غم میں پیغمبر کے ساتھ
سب کے دل اس صدمۂ جانکاہ سے تھے پر اثر

اتفاقاً آفتاب اس دن گہن میں آ گیا
بن گیا ظلمت نشاں جس سے مدینہ سربسر

اک صحابی نے کہا فرطِ عقیدت سے کہ آج
سوگوار اس غم میں سورج بھی ہے یا خیر البشر
جو جواب اس بات کا اس کو پیمبر نے دیا
آبِ زر سے ہے منقش صفحۂ تاریخ پر
کیا تعلق آدمی کے غم سے سورج کو بھلا
اک نشانِ قدرتِ حق ہے کسوف اے بیخبر

مکالمہ خالد بن ولید و عکرمہ بن ابوجہل

(از مولوی انوار حسین صاحب رسوا)

عمرہ کر کے جو نبی خیر سے واپس آئے
گھر ہوں کیلئے رحمت بھی ہوئی راہنما
دل میں خالد کے ہوئی کفر سے پیدا نفرت
دعوتِ حق کی طرف میل طبیعت نے کیا
غور اور فکر کے آئینہ میں آیا یہ نظر
کام میں احمدِ مرسل کے ہے تائیدِ خدا
ظلمتِ کفر کو غلبہ نہ کبھی ہوگا نصیب
شمس اسلام کا دنیا میں رہے گا جلوا
مجمع قوم میں بے خوف کہا خالد نے
ہر ذوالعقل کے نزدیک یہ واضح تر ہے
نہ تو ساحر ہیں نہ شاعر ہیں محمد لیکن
ان کی ہر بات میں تاثیر کا گویا گھر ہے

فرض ہر صاحبِ ادراک و خرد کا ہے یہی
پیروی سمجھے محمدؐ کی سعادت طلبی

سن کے خالد کی زباں سے یہ حقیقت کے کلام
ابن ابوجہل ہوا دل میں بہت زار و حزیں

اور استادہ ہوا تقریرِ سخن کی خاطر
تاکہ تقریر سے مرعوب ہو خالد کا یقیں

بولا اے وائے نہ تھی قوم کو تجھ سے یہ اُمید
جد و آباء کے طریقوں سے پھر گیا بیدیں

ایسی باتوں کی تھی تیری ہی زباں کی طاقت
تجھ سا بیباک کوئی قوم میں فرزند نہیں

تیری اس غفلت دانستہ پہ خالد صد حیف
وائے کیا اپنے بڑوں کی ذلت بھی تجھے یاد نہیں

باپ مجروح ترا تیغِ محمدؐ سے ہوا
پڑ گئی خاک شرافت پہ شرافت کے نگیں

کیا چچا اور برادر کا نہیں تجھ کو ملال
خون سے جن کے ہوئی بدر کی رنگین زمیں

تو ہی ایسا ہے کہ ہونے کو مسلمان بھی ہے
کیا ترے خون میں بے شرم حرارت ہی نہیں

چین دنیا میں محمدؐ کو نہ لینے دیتا
اے قریشی بعوضِ خونِ عزیزاں لینا

یہ وہ خطبہ تھا جہالت کا ملامت انگیز
جس کی تاثیر سے ہو خون فسردہ محشور

اور پھر عہدِ جہالت کے عرب سے ہو خطاب
جس کی خونریز زمانہ میں تھی غیرت مشہور

قطرۂ خونِ حلیفانِ عرب کی ریزش
پشت در پشت لڑانے میں تھی گویا مشہور

حرمتِ خونِ اعزا کے بھلا کیا کہنے! خوں بہا جس کا ہو قربانیٔ عالم منظور

گرچہ خالدؓ کے بھی خوں میں عربی حدت تھی
جہل انگیز مطاعن سے مگر نفرت تھی

ابن بوجہل سے خالدؓ نے کہا پھر ہنس کر یا اخی جہل کا حامی ہے ترا حسن کلام
یہ مطاعن ہیں بجا اُلٹی یہ شکایت تیری عکرمہ دل کو مسخر کر نہیں سکتیں ابرام
واقعہ بدر کا ہے یاد مجھے بھی اب تک کہ چچا اور برادر کا ہوا کام تمام
حق یہ ہے حق کی عداوت کا نتیجہ پایا ورنہ مظلوم کا حامی ہے سراسر اسلام
کب محمدؐ نے کیا تم پہ خروج اور نزول تم نے گو انکو وطن سے بھی نکالا ناکام
شمشیر قوم نہ یثرب پہ جو حملہ کرتی جنگ کا احمدِ مرسل ﷺ نہ کرتے اقدام
خوں بہا مانگنا کیسا۔ میں محمدؐ کیلئے خوں بہا دوں تو یہی ہے مرا بھی خالدؓ نام
جب میں جاہل تھا تمہارا تھا انہیں دو ہمراز کر دیا علم نے اب حلقہ بگوشِ اسلام

اب نہ تلوار مری جہل کی حامی ہوگی
مجھ کو مرغوب محمدؐ کی غلامی ہوگی

اسوۂ حسنہ (ایفائے عہد)

(از مولانا کیفی۔ چریاکوٹی)

بن چکی صلح حدیبیہ جو روداد عمل
پا بہ زنجیر سنا بھاگ چلے بو جندل

آئے یثرب کی طرف شوق سے گرتے پڑتے
جیسے پروانہ کہ بیتاب ہو سوئے مشعل

تن مجروح سے رو رو کے اٹھایا جامہ
داغ دکھلا کے سنانے لگے سختیِ عمل

تھی کچھ اس طرح جگر سوز کہانی انکی
سننے والوں کے بھی خستہ ہیا اشک آئے نکل

صبر آموز تھا فرمان نبیؐ کا ہر چند
جتنے انصار و مہاجر تھے ہوئے سب بیکل

اس طرف صبر شکن اشک کا اٹھا طوفان
اور ادھر داغ تنِ زار و حزیں تاب گسل

بعض بیتابی کلفت سے یہ چلا اٹھے
اب نہیں صلح جفا کوش پہ ہونیکا عمل

اور بو بکرؓ و عمرؓ اپنی جگہ پر حیران
کیا کہیں کیا نہ کہیں ہوش خرد تھے مختل

اس طرف رحمتِ عالم کا نرالا انداز
دل میں اک شفقت الطاف کا اٹھتا بادل

وہ کہ اک جنبش لب جسکی جہاں کی تسخیر
وہ نظر جسکی عدو سے نہ پھرے وقت جدل

چونکہ تھی پیش نظر عہد کی پابندی
اس نے آنے نہ دیا ابروئے خمدار پہ بل

فیصلہ آپ نے آخر کو یہی ٹھہرایا   اسی حالت سے چلے جائیں ابھی جنگل

نہ کہیں تیغ تھی کیفی نہ کہیں خنجر تھا

چل گیا سارے جہاں پر یہی قابوئے عمل

مساوات اسلام

(از علامہ شبلی مرحوم)

بدر میں معرکہ آرا جو ہوا لشکر کفر   عتبہ ابن ربیعہ تھا امیر العسکر

سب سے پہلے وہی میدان میں بڑھا تیغ بکف   ساتھ اک بھائی تھا اور بھائی کے پہلو میں پسر

اس طرح اس نے مبارز طلبی کی پہلے   مرد میداں کوئی تم میں ہو تو نکلے باہر

سن کے یہ لشکر اسلام سے نکلے پیہم   تین جاں باز کہ اک ایک تھا اسکا ہمسر

سامنے آئے جو یہ لوگ تو عتبہ نے کہا   کس قبیلہ سے ہو کیا ہے نسب جد و پدر

بولے ہم وہ ہیں کہ انصار ہمارا القاب   ہم ہیں شیدائے اسلام ہے ہر فرد بشر

جاں نثاران رسول عربی ہیں ہم لوگ   اک اشارہ ہو تو ہم کاٹ کے رکھ دیتے ہیں سر

بولا عتبہ کہ بجا کہتے ہو جو کہتے ہو   مگر افسوس کہ مغرور ہے اولاد مضر

تم سے لڑنا تو ہمارے لئے ہے مایۂ عار   کہ نہیں تیغ قریشی کے سزاوار یہ سر

کہہ کے یہ اُس نے کیا سرورِ عالم سے خطاب
اے محمدؐ یہ نہیں شیوۂ اربابِ ہنر

جنگِ ناجنس سے معذور ہیں یہ آلِ قریش
بھیج ان کو جو ہوں رتبہ میں ہمارے ہمسر

آپ کے حکم سے انصار پھر آئے صف میں
حمزہ و حیدرِ کرّار نے لی تیغ و سپر

اُن سے عتبہ نے جو پوچھا نسب نام و نشاں
بولے یہ لوگ کہ ہاشم کے ہیں ہم لختِ جگر

بولا منبہ کہ نہیں جنگ سے اب ہمکو گریز
آؤ اب تیغِ قریشی کے دکھائیں جوہر

یا یہ حالت تھی کہ تلوار بھی تھی طالبِ کفو
یا مساوات کا اسلام کے پھیلا وہ اثر

بارگاہِ نبوی کے جو مؤذن تھے بلالؓ
کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر

جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں
جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھُل کر

میں غلام حبشی اور حبشی زادہ ہوں
یہ بھی سُن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر

ان فضائل پہ مجھے خواہشِ تزویج بھی ہے
ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر

گردنیں جھک گئیں یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور
جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر

عہدِ فاروقؓ میں جس دن کہ ہوئی اُنکی وفات
یہ کہا حضرتِ فاروقؓ نے با دیدۂ تر

اُٹھ گیا آج زمانہ سے ہمارا آقا
اُٹھ گیا آج نقیبِ حشمِ پیغمبرؐ

اس مساوات پہ ہے محشرِ اسلام کو ناز
نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلمِ اکبر

صدیقؓ کیلئے ہے خدا کا رسول بس

(ترجمان حقیقت ڈاکٹر سر علامہ اقبال ایم۔ اے)

اک دن رسولؐ پاک نے اصحاب سے کہا
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار

ارشاد سن کے فرطِ طرب سے عمرؓ اٹھے
اُس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار

دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار

لائے غرض کہ مال رسولِؐ خدا کے پاس
ایثار کی ہے دستِ نگر ابتدائے کار

پوچھا حضورِ سرورِ عالم نے اے عمرؓ
اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار

رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟
مُسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گذار

کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملتِ بیضا پہ ہے نثار

اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا
شاہد ہے جس کی مہر و وفا پر حرا کی غار

لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار

مِلکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
اسپِ قمر سم و شتر و قاطر و حمار

بولے حضورؐ چاہیئے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار

اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار

پروانوں کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

وفائے عہد

(از رشحات آہ گیاوی)

کرتے ہیں یہ بیان ابورافعؓ! ایک دن ... میرا مدینۂ نبوی میں ہوا گزر
صلح حدیبیہ کے لئے جب قریش نے ... پیش نبیؐ جو بھیجا بنا کر پیامبر
دیکھا جو جلوہ رخ پُر انوار شاہ دیں ... اسلام کی جو شان تھی وہ آ گئی نظر
شمع رخ حضورؐ کا پروانہ بن گیا ... قابو سے میرے ہو گئے باہر دل و جگر
کی عرض ہاتھ جوڑ کے اے فخر انبیا ... جاؤں گا میں نہ اب در اقدس کو چھوڑ کر
حاضر رہے گا خدمت اقدس میں یہ غلام ... ہوگی یہیں پہ عمر دو روزہ مری بسر
فرمایا سُن کے حضرت خیر الانام نے ... ہرگز کسی سے عہد نہ توڑینگے عمر بھر
ہم سے نہ ہو سکیگا کہ قاصد کو روک لیں ... جاؤ ابھی کہ آئے ہو بن کر پیامبر
دیکر جواب نامہ پلٹنا پھر اس طرف ... دل میں خدا رسول کی اُلفت ہے کچھ اگر
کہتے ہیں حضرت ابورافعؓ کہ جا کے میں ... پہنچا قریش میں کہ نہ پہنچا میں پھر خبر

دیکر جوابِ خط جو سوئے مصطفےٰ پھرا — چاروں طرف تھا نیّرِ اسلام جلوہ گر

سینے سے کفر و شرک مٹایا رسولؐ نے
ذرّے سے آفتاب بنایا رسولؐ نے

اکلِ حلال

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اک دن — فرماتے تھے یہ حضرتِ محبوبِ کبریاؐ

دن رات بارگاہِ خدائے جلیل میں — بعض آدمی جو مانگتے ہی رہتے ہیں دعا

ان کی دعائیں جب نہیں ہوتی ہیں مستجاب — اُن کے تخیلات بھٹکتے ہیں جا بجا

دل میں ہزار طرح کے آتے ہیں وسوسے — صد حیف کیوں قبول نہیں ہوتی ہے دعا

لیکن خبر نہیں ہے کہ اکلِ حلال سے — ہوتی ہے اُن کے آئینہ قلب کی جِلا

رزقِ حلال جن کو میسّر نہ آئے گا — اُن کی دعائیں ہوں گی نہ مقبولِ کبریا

اکلِ حلال آدج کو یا رب نصیب ہو
تا ہو دعا قبول ملے دل کا مدّعا

خُلقِ نبوی

(از مولانا سید اظہار الحق صاحب سہیل عباسی امروہوی)

اک مرتبہ اک آدمی حضرت کے گھر گیا
حضرت نے اس کو روک لیا وہ ٹھہر گیا

کھانا وہ چار پانچ کا تنہا نگل گیا
جس کے سبب سے پیٹ بھی اس کا اپھر گیا

وستونیہ دست آئے ہوارات کو یہ حال
حجرہ بھی بستره بھی پلیدی سے بھر گیا

آنکھوں میں حلقے پڑ گئے سست ہو گیا بدن
گویا کہ اپنی موت سے پہلے وہ مر گیا

یہ سوچکر کہ کوئی صحابی نہ کچھ کہے
باہر کو بھاگتا ہوا قبل از سحر گیا

کافر تھا اس لئے اسے اتنا ہوا ہراس
تلوار بھول کر اسی حجرہ میں دھر گیا

تلوار یا د آئی تو لوٹا وہ صبح کو
جب سامنے حضور کے آیا تو ڈر گیا

دیکھا کہ خود حضور نے دھوئی ہی گندگی
اس طرح گندگی کا وہ سارا اثر گیا

بیشں اس کے ساتھ آئے رسول خدا الخلق
تلوار مل گئی تو وہ خوف و خطر گیا

ڈالی حضور نے جو محبت بھری نگاہ
اک تیر تھا کہ آنکھ سے دل میں اُتر گیا

صورت رسول پاک کی بھانے لگی اُسے
بگڑا ہوا جو حال تھا اس کا سنور گیا

پڑھ کر خلوص دل سے وہ کلمہ حضورؐ کا ایمان لا کے پھر وہ بہ قصد سفر ہوا

جو بن گیا نمونۂ خلقِ نبیؐ سہیلؔ

دنیا میں آ کے بس وہی کچھ کام کر گیا

جنگِ یرموک کا ایک واقعہ

(از علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے پی۔ ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور)

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام

اک نوجوان صورتِ سیمابِ مضطرب آ کر ہوا امیرِ عساکر سے ہمکلام

اے بوعبیدہ رخصتِ پیکار دے مجھے لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام

بیتاب ہو رہا ہوں فراقِ رسولؐ میں اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

جاتا ہوں میں حضورِ رسالت پناہ میں لیجاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی کلام

یہ ذوق و شوق دیکھ کے پرنم ہوئی وہ آنکھ جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام

بولا امیرِ فوج کہ وہ نوجواں ہے تو پیرو ں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام

پوری کرے خدائے محمدؐ تری مراد کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام

پہنچے جہاد گاہِ رسولِ امیں میں تو　　کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضور نے

بہشت ماں کے قدموں کے نیچے ہے

(از مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے)

اک دن نبیؐ نے حلقۂ اصحاب میں یہ لفظ　　دُہرائے تین بار کہ "ناک اس کی کٹ گئی"
اصحاب نے کہا کہ یہ کم بخت کون ہے　　توقیر جس کی حضرتِ باری میں گھٹ گئی
ارشاد یوں ہوا کہ وہ فرزندِ ناخلف　　گھر جس کے جنت آئی اور آکر پلٹ گئی

ماں باپ کا جسے نہ بڑھاپے میں ہو خیال
اُس نا سعید بیٹے کی قسمت اُلٹ گئی

اَطِیعُوا الرَّسُول

(از مولوی محمد شمس الدین صاحب شمس)

مسجدِ نبوی میں اک دن حضرتِ ختمی مآب　　امرِ حق تبلیغ فرماتے تھے بین خاص و عام

سازِ ایماں کیلئے مضراب تھا وہ ذکرِ پاک
بادۂ توحید کا ساغر وہ لاہوتی کلام

حاضرینِ بزم استادہ ہمہ تن گوش تھے
محو تھے ارشادِ پیغمبر سے اصحابِ کرام

صحنِ مسجد میں نہ تل رکھنے کی تھی موجود جا
اِس قدر بے انتہا حضار کا تھا ازدہام

اشک برساتے تھے تاثیرِ بیاں سے سامعین
بیخودی سی چھائی تھی ان پاک بندوں پر تمام

رحمۃ اللعالمین نے از رہِ شفقت کہا
بیٹھ جاؤ جیسے ہے جس پر تمہارا یہ قیام

اتفاقاً سنتے ہی حکمِ نبیؐ اک راہ گیر
بیٹھ کر لایا بجا حکمِ شہِ عالی مقام

اس کے اک ساتھی نے پوچھا چلتے چلتے یک بیک
جلسۂ راحت کیا کیوں تم نے کیا ہے کوئی کام

بولا مسجد میں رسول اللہ ہیں مشغولِ وعظ
بیٹھنے کا سامعینوں کو ہوا ہے اذنِ عام

پھر مری غیرت ہوئی کیوں مانوں نہ ارشادِ رسولؐ
بڑھ کے حضرت سے جہاں میں کون ہے ذی احتشام

ہوگیا دنگ اُن کا ساتھی دیکھ کر یہ انقیاد
سامنے حضرت کے جاکر پی لیا ایماں کا جام

اللہ اللہ ایک وہ تھے جو سراپا تھے مطیع
آہ اک ہم ہیں جنہیں کچھ بھی نہیں مذہب سے کام

دیکھتے تک ہم نہیں قرآن میں کیا حکم ہے؟
پوچھتے تک ہم نہیں حضرت کا پاکیزہ کلام

کیفرِ کردار پر ہے پستی اپنی شمسؔ دیں
مٹ گئے دینِ مبیں کو اپنے کر کے ہم سلام

شانِ ایمان

(از جناب بابو شمبھو دیال صاحب دانش، سب جج ریاست جھالرا پٹن[1])

ایک دن حضرت محمدؐ مصطفےٰ — بانیٔ اسلام فخرِ انبیا
پھر رہے تھے جنگلوں میں گھومتے — پھرتے پھرتے آپ جب کچھ تھک گئے
تو وہیں پر ایک جھاڑی کے تلے — بے تکلف بے غل و غش سو گئے
ہمرکابی میں کوئی حاضر نہ تھا — کوئی نوکر تھا نہ کوئی آشنا
آدمی کا تو وہاں مذکور کیا — آپ کے ہمراہ سایہ تک نہ تھا
تھی فقط اک ذاتِ اقدس آپکی — سایہ افگن یا خدا کی شان تھی
اتفاقاً ایک دشمن آپ کا — چلتے پھرتے اس طرف کو آ گیا
اس نے جب دیکھا انہیں غافل پڑا — تو وہ اپنے دل میں بیحد خوش ہوا
کھینچ لی تلوار فوراً میان سے — مستعد تھا قتل کرنے کیلئے
اتنے ہی میں یہ خیال آیا اُسے — کیا اُسے یوں قتل کرنا چاہیئے
ایک غافل آدمی کو مارنا — کیا شجاعت کا یہی ہے مقتضا
سوچکر یہ کر دیا بیدار اُنہیں — اور عالی ہمتی کے جوش میں

[1] سنہ ۱۹۲۹ء کے اوائل میں بمقام جھالرا پٹن (راجپوتانہ) آپکا انتقال ہو گیا۔

اس طرح للکار کر کہنے لگا　　لے بتا اب کون حامی ہے ترا

کون اب تجھکو بچانے آئیگا　　ہاں بتا وہ ہے محافظ کونسا

میں بھی دیکھوں کون ہے وہ غمگسار　　کونسا آتا ہے بن کر جاں نثار

دیکھ اب جوہر مری تلوار کا　　اب گئے دیتا ہوں تیرا خاتمہ

سن کے اتنی بات شاہ بحر و بر　　کانپ اٹھے غصہ میں مثلِ شیرِ نر

تند لہجے میں کہا اے بد لقیں　　میرا حامی ہے وہ ربّ العالمیں

جس نے لفظ کن سے یہ سارا جہاں　　یہ بیاباں یہ زمیں یہ آسماں

یہ کروڑوں آدمی پیدا کئے　　چاند سورج حکم سے جس کے بنے

پتّے پتّے سے عیاں جس کا جمال　　ذرّے ذرّے میں نہاں جس کا کمال

تو مجھے اور قتل کر ڈالے بھلا　　تیری یہ تلوار اور میرا گلا؟

تیری کیا بنیاد کیا ہستی تری　　کیا شجاعت کیا جوانمردی تری

مجھ کو اے نافہم تو سمجھا ہے کیا　　ہوش میں آ ہوش میں بکتا ہے کیا

وار کر رکھتا ہے کچھ ہمت اگر　　لے اڑا موجود ہے یہ میرا سر

تجھ سے جو کچھ بھی کیا جائے وہ کر　　رہ نہ جائے تیری کرنی میں کسر

جب یہ استقلال دیکھا آپکا　　دل پہ دشمن کے اثر ایسا پڑا

چھا گیا اُس پر وہ رعبِ احمدی ‏ اپنے آپے کی نہ کچھ سُدھ بُدھ رہی

ہاتھ سے تلوار فوراً گر پڑی ‏ مارے ڈر کے اس کی گھگی بندھ گئی

بس ادھر تلوار کا گرنا ہوا ‏ تھی اُدھر حضرت کی مٹھی میں قضا

اور فرمایا کہ اے غفلت شعار ‏ تو نے دیکھی رحمتِ پروردگار

تجھ کو جس شے پر نہایت ناز تھا ‏ جس کے برتے پر یہ دم خم تھا ترا

دیکھ وہ قبضے میں کس کے آ گئی ‏ مُردنی چہرے پہ کس کے چھا گئی

اب بتا کٹنے کو کس کا ہے گلا ‏ کس پہ ہوگا وار اس شمشیر کا

اب کہاں وہ لن ترانی ہے تری ‏ وہ جوانمردی کہاں جاتی رہی

تو بتا اب تیرا حامی کون ہے ‏ تیرا اس جنگل میں ساتھی کون ہے

بول اے کمبخت بُت کیوں بن گیا ‏ دیکھ کر تلوار کو کیوں کانپ اُٹھا

کیوں ذرا سا مُنہ نکل آیا ترا ‏ موت سے پہلے ہی تو کیوں مر مٹا

تو بھی مُنہ سے کیوں نہیں کہتا وہی ‏ سُن چکا ہے میرے منہ سے جو ابھی

پھینک کر تلوار فرمایا یہ لے ‏ اور کہہ اپنے دلِ پُر درد سے

مجھ کو بھی ہے اب اُسی کا آسرا ‏ آپ ہی میری مدد کو آئے گا

بن رہا تھا جو ابھی تیری سپر ‏ تھا بھروسا تجھکو جسکی ذات پر

اس نے جب دیکھی یہ عالی ہمتی ‏ اور یہ تقریر حضرت کی سُنی

ہوگئی اس کی تو کچھ حالت ہی اور ‏ ہوگئی اس کی تو کیفیت ہی اور

کیا کہوں کیا اس کا حالِ زار تھا

رو رہا تھا ان کے قدموں پر پڑا

درسِ مساوات

(رشحات علامہ کیفی چڑیاکوٹی)

ابو داؤد کی ہے ایک روایت مشہور ‏ بدر کی جنگ میں اسلام ہوا جب منصور

ہاتھ آئے جو دلیروں کے اسیرانِ غا ‏ ہاتھ باندھے ہوئے لائے گئے حضرت حضور

تھا ہر اک طبقہ اسیرانِ بلا میں شامل ‏ کوئی محتاج تھا اور کوئی تھا اہلِ مقدور

جو ہی دست نہیں انکو تو وہیں چھوڑ دیا ‏ کیونکہ ہے جوشِ شجاعت میں ترحم بھی ضرور

اہلِ مقدور کو فدیہ کے لیے حکم ہوا ‏ کیونکہ اس پردہ میں تھی رمز سیاست مستور

تھے اسیروں میں کھڑے عمِ رسولِ اکرم ‏ یعنی وہ فخرِ عرب حضرت عباس غیور

از جوشِ سیادت تھا عیاں چہرہ سے ‏ دست دیا جنبش تعمیل سے گو تھے مجبور

دل گرفتہ ہوئے حضرت نے ادھر جب دیکھا
کہ یہی ملک محبت میں ہے جاری دستور

ہے کمالِ بشری جس کا اٹھنا دل میں
شعلہ ہوتا ہے جہاں دود بھی ہوتا ہے ضرور

اس طرف جذبۂ تاثیر محبت کا نزول
اس طرف جلوۂ اجلال نبوت کا ظہور

تھا خطر رشتہ نازک ہے کہیں ٹوٹ نہ جائے
کشمکش عدل و محبت کی ہے باہم مشہور

باندھ کر ہاتھ یہ انصار ادب سے بولے
فدیۂ حضرت عباس کریں عفو حضور

سن کے یہ شانِ نبوت نے دیا انکو جواب
طاعتِ حکم خدا میں نہیں آنے کا فتور

جز زرِ فدیہ کہاں ہوگی رہائی ممکن
راہ اسلام میں سب ایک ہیں نزدیک کہ دور

دیکھ لیں اہل نظر دیدۂ حق بیں سے کبھی
اس مساوات میں ہے شانِ نبوت کا ظہور

مساوات کی تعلیم

(از جناب محمدؐ اشرف علی صاحب)

دیکھ کر اک دن بلالؓ خوش سیر کا رنگِ رخ
حضرت خیر الوریٰ کے سامنے بولے عمرؓ

ہے نوادرِ حبش کے تم ہو سیاہ فام اے بلالؓ
سن کے یہ فاروقؓ سے کہنے لگے خیر البشرؐ

تم نے یہ کیا کہدیا ایسا تمہیں کہنا نہ تھا
ایسی باتوں سے ٹپکتا ہی جہالت کا اثر

سنتے ہی یہ حضرتِ فاروقِ اعظم باادب
جھک کے کہتے تھے نہ اُٹھیگا زمیں سے میرا سر

ٹھوکریں جبتک لگائینگے نہ قدموں سے بلالؓ
سر اُٹھائیگا نہ فرشِ خاک سے ہرگز عمرؓ

دل میں کہتے تھے بلالؓ اک دن تھے ہم انکے غلام
کیا کریں تعظیم کے قابل ہے یہ آقا کا سر

جب یہ دیکھا سر زمیں سے یہ اٹھاتے ہی نہیں
کاربند آخر ہوئے حضرت عُمرؓ کے حکم پر

اک سلف وہ تھے کہ رکھتے تھے مساوات اسقدر
اک خلف ہم ہیں کہ ہے بس خود پرستی پر نظر

شانِ استغنا

(از مولوی عبدالودود صاحب بریلوی)

ابتدائے بعثت اسلام میں اصحاب کی
روزمرہ زندگی ہوتی تھی تنگی سے بسر

فقر کے باعث شکم سیری بھی تھی انکو محال
صبر کرتے تھے شکم پر اپنے پتھر باندھ کر

منحصر حالت نہ تھی یہ کچھ صحابہ پر فقط
بلکہ اس حالت میں تھے خود بنفسہٖ خیر البشرؐ

اک صحابی نے دکھایا اپنا پتھر آپ کو
بھوک کے باعث جو باندھا تھا انہوں نے پیٹ پر

مسکرائے آپ اور گُرنہ اٹھایا آپ نے
آپ کے بطنِ مبارک پہ بندھے تھے دو حجر

پرتکلف تھی غذا بھی کسقدر، جَو اور کھجور
یا کہ شیرِ مادۂ اُشتر یہ تھی اُن کی نظر

ستر پوشی کیلئے مشکل سے ملتا تھا لباس
یہ خدا جانے کہ سرما کیسے ہوتا تھا بسر

زندگی یہ تھی جنابِ سیدِ ابرار کی
حضرتِ خیر الوریٰ نے یوں بسر کی عُمر بھر

اک طرف تو فقر فاقہ اور عُسرت کلیہ حال
شان استغنا پہ ڈالو دوسری جانب نظر

جمع تھا کعبہ میں سونا کچھ قدیم العہد سے
کیونکہ آتا تھا بطور نذر اکثر سیم و زر

اک گڑھا کھودا تھا کعبہ میں خلیل اللہ نے
جمع رہتا تھا اسی میں سب یہ سونا بیخطر

اس کو بیت المال سمجھو یا خزانہ قوم کا
کام دے جو وقت پر داعیِ ضرورت ہو اگر

رفتہ رفتہ ہو گئی مقدار اس کی بس خطیر
جسکے سننے سے بنے گا نقشِ حیرت ہر بشر

اوقیہ کے وزن میں سونا تھا وہ ستر ہزار
اُرزقی "تاریخ مکہ" میں لکھی ہے یہ خبر

دشمنانِ دین پر اسلام جب غالب ہوا
جب تصرف ہو گیا حضرت کا بیت اللہ پر

آپ پر طاری تھی حالت عُسر اور افلاس کی
تذکرہ عنوان میں جس کا ہوا ہے مختصر

اپنے شیدائی صحابہ اور خود اپنے لیے
صرف کر سکتے تھے جائز طور پر حضرت وہ زر

شان استغنا مگر بالا تھی اسئے آپ کی
آپ نے اس کنزِ مخفی پر نہیں ڈالی نظر

ایسے ضبطِ نفس کی دنیا میں ہے کوئی مثال | راہِ حق میں ایسی قربانی کی ہے کوئی خبر؟

کوئی کہہ سکتا ہے ایسے شخص کو دنیا طلب
پیش کر سکتا ہے۔ کیریکٹر کوئی ایسا بشر؟

فتح مکّہ[1]

(از خامہ جناب محمد نصیح المتخلص بہ رسا دربھنگوی تریل بمبئی)

جب چلے وادیٔ بطحا کو رسولِ مختار
دس ہزار آپ کے ہمراہ تھی فوجِ جرّار
سب مسلّح تھے کمر میں تھی حمائل تلوار
سب کے سب کر رہے تھے راہِ خدا میں یلغار
ہر قبیلہ کے شجاعانِ الوالعزم تھے ساتھ
کچھ اگر ان میں مہاجر تھے تو کچھ تھے انصار
چاند کے گرد ہو جس طرح ستاروں کا ہجوم
گرد سرکار کے تھا حلقۂ اصحابِ کبار
لے کے اللہ کی یہ فوج بصد شان و شکوہ
داخلِ مکّہ ہوئے دونوں جہاں کے سردار
دیکھتے ہی انہیں تھرّا گیا خیلِ باطل
اور لرزنے لگے لات اور ہبل کے آثار
سر چھپانے کی جگہ ہاتھ نہ آئی ان کو
برق کی طرح جب اللہ کی چمکی تلوار
دو مسلمان ہوئے عازمِ فردوسِ بریں
اور کفار کی جانب ہوئے تیرہ فی النّار

[1] رمضان ۸ ھجری

ہوگیا شہر یہ اب قبضہ مسلمانوں کا
آ گئے حلقۂ اسلام میں سارے کفار

جھک گئے سارے قریش آ کے نبیؐ کے آگے
کُل عرب ہو گیا اس فتح سے فرماں بردار

ایک دن وہ تھا کہ یہ لوگ تھے اعدائے رسولؐ
بے سبب آپکو پہنچاتے تھے سو سو آزار

آج یہ شان تھی حضرتؐ کی کہ اللہ غنی!
سرنگوں آپ کے آگے تھے صغار اور کبار

رسول اکرم کا حیرت انگیز عمل

(از مولینا محمود الحسن صاحب اسرائیلی سابق معاون مدیر اخبار ہمدرد دہلی)

اک دن حرم میں پڑھتے تھے خیر الوریٰ نماز
اور انکو تک رہا تھا ابو جہل دور سے

دیکھا جب اُس شقی نے کہ ہیں مشرکین بھی جمع
کرنے لگا اشارے سرِ پُر غرور سے

ایذا رسانیوں کی ہوئی اس کو جستجو
مجبور تھا یہ اپنے دلِ ناصبور سے

کہنے لگا یہ عقبہ سے "اے مرد کارزار"
امید ہے مجھے تری طبع غیور سے

گردن میں لا کے ڈالیگا اُسکی شتر کا اوجھ"
احمدؐ ہے مست بادۂ حق کے سرور سے

عقبہ نے اُس کے حکم کی تعمیل کی مگر
لغزش نماز میں نہ ہوئی کچھ حضورؐ سے

سجدہ میں سر تھا اوجھ اٹھاتے کو کسطرح
البتہ التجا تھی یہ ربِ غفور سے

"اللہ میری قوم کے عصیاں معاف کر"
باز آئے جلد اپنے یہ فسق و فجور سے

اس وقت فاطمہؓ تھی فقط پانچ سال کی
وہ گرچہ بے نیاز تھیں سنِ شعور سے

لیکن جو یہ سنا کہ ہیں اس حال میں پدر
بے تاب ہو گئیں وہ الم کے وفور سے

گردن سے اوجھ پھینکا نجاست بھرا ہوا
کہنے لگی کہ "آئی ہوں ابا میں دور سے"

عقبہ کو کوسنے لگیں ننھی زبان سے
کیا ہم کلام ہوتیں وہ اس بد شعور سے

رسول اقدس کا تقویٰ اور احتیاط

اِنّی لَا اُصَافِحُ النِّسَآءَ

(از مولانا ضیاء احمد صاحب ایم۔اے بدایونی)

یوں اُمیمہ سے حدیثوں میں روایت ہے رقم
ایکدن حاضر دربارِ رسالت ہوئے ہم

ہوئیں ساتھ آکے زمیں بوسِ حریمِ نبویؐ
قومِ انصار سے کچھ پردہ نشینانِ حرم

قصد تھا کیجئے اسلام پہ بیعت جا کر
کہ یہی آیتِ قرآں کا ہے حکم محکم

عرض کی ہم نے کہ اے سرورِ عالم ہم سب
امر معروف پہ کھاتے ہیں اطاعت کی قسم

لیکن حکمت یہ ہے از بسکہ شریعت کی بنا
ہم سے اسطرح مخاطب ہوئے سلطان امم

کرو تعمیل جہاں تک ہو ممکن تم سے
استطاعت بھی اطاعت میں ہے اک شرط اہم

شرع دیتی نہیں وسعت سے زیادہ تکلیف
دین فطرت میں نہیں فطرت انساں پہ ستم

جب سُنا رحمتِ عالم سے یہ ارفت کا جواب
سب نے خوش ہو کے یہ کی عرض کہ اے شاہِ امم

ہم سے بڑھکر ہے جو حالت یہ ہماری شفقت
گردنیں بار سے منت کے ہوئی جاتی ہیں خم

شکر صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم
تو کریم اور ترا رب تجھ سے زیادہ اکرم

پھر کہا ہم نے ذرا ہاتھ بڑھائیں سرکار
سمع وطاعت کو سبھی دل سے ہیں آمادہ ہم

اس کو سُنکر یہ کیا شاہِ ہدیٰ نے ارشاد
عورتوں سے تو کبھی ہاتھ ملاتے نہیں ہم

انبیا کی نہیں یہ شان معیاذاً باللہ
اس کو ہے شیوۂ عصمت سے منافات اتم

قلب سے چاہیئے تصدیق، زباں سے اقرار
بس انہیں دو سے ہے بیعت کی بنا مستحکم

جسطرح ایک، یونہیں سَو کی ہدایت کیلئے
میرا فرمان ہی کافی ہے زیادہ ہوں کہ کم

یہ وہ خصلت ہے، کہ خود اس پہ ہے تقویٰ کو بھی ناز
یہ وہ سیرت ہے، کہ خود کھاتی ہے عصمت بھی قسم

ہیں کدھر اپنے گریباں میں ذرا سر ڈالیں
آج تک رازِ حقیقت سے جو ہیں نامحرم

جو لگا سکتے ہیں پاکوں پہ ہوس کی تہمت
کیا عجب ہے عسل ناب کو ٹھہرا دیں سم

اپنی ہی صورتِ زشت آتی ہے زنگی کو نظر
مگر آئینہ کو ٹھیراتا ہے اُلٹا مُلزم

توکّلِ رسُولؐ

(جناب ماسٹر باسط علی صاحب باسطؔ بسوانی)

دیکھکر نقشِ قدم کچھ دور تک
پہنچے جب کُفّار غارِ ثور تک

باخبر صدیق اکبرؓ ہو گئے
اُن کی آہٹ پا کے مضطر ہو گئے

یوں کہا آخر رسولِ پاک سے
مضطرب ہوکر دلِ غمناک سے

آ گئے آخر یہاں اعدائے دیں
فتنہ پرور۔ فتنہ پرداز اہلِ کیں

زندگی کا اب نہیں کچھ آسرا
ہے بظاہر اب یہیں پر خاتمہ

سُن کے یہ بات افتخارِ مرسلاںؐ
یوں دلیری سے ہوئے گوہر فشاں

"غم نہیں جو کچھ ہے اس کے ہاتھ ہے
خوف کیا اللہ اپنے ساتھ ہے"

اس توکل اور استقلال پر
اس رضا اس صبر اور اس حال پر

کیوں نہ ہو قربان جانِ عاشقاں
جان دیدینا ہے شانِ عاشقاں

آب زر سے صفحۂ تاریخ پر
آج ہے قولِ پیمبر جلوہ گر

یہ توکل اور رضا کی جان ہے — اہلِ ایماں کا یہی ایمان ہے
قول ہے با سطر یہ بیشک بے بدل
مسلموں کو چاہئے اس پر عمل

(مرسلہ منظور الحسن وزیر آبادی)

رحمۃ اللعٰلمین

(از جناب مولوی عبدالودود صاحب درد)

جب گئے تبلیغ حق کیواسطے طائف میں آپ — اس سفر میں آپکو پہنچا بہت رنج و تعب
اہل طائف نے سُنا جب آپکا پیغام حق — درپئے آزار و ایذا ہو گئے وہ سب کے سب
عبد یالیل ابن قبیلہ میں تھا اک مشہور شخص — اس کو کہنا چاہئے طائف کا گویا بولہب
دو برادر اور بھی تھے اس کے مسعود و حبیب — پیش آئے وہ تھے گستاخی سے دونو بے ادب
دعوتِ اسلام و حق سن کر وہ یوں کہنے لگے — جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں کہیں مقبول رب؟
حق کو پیغمبر بنانا تھا تو اس کیواسطے — طائف مکہ میں تھے کتنے ہی اعیان عرب
کیا نہیں ملتا خدا کو تم سے بہتر کوئی شخص — اور سب کو چھوڑ کر تم کو کیا کیوں منتخب"
ایسی باتیں کر کے وہ اسلام سے منکر ہوئے — مرتبہ کو آپکے پہچانتے کیا بے ادب

دشکن باتیں بھی کیں اور گالیاں دینے لگے — اور برپا کر دیا ہنگامۂ شور و شغب
بارش خشت و حجر حضرت پہ پھر کرنے لگے — ہوگیا مجروح جسم پاک زخموں کے سبب
بھر گئیں نعلین اقدس پنڈلیوں کے خون سے — صبر سے خاموش تھے پھر بھی شہ عالی نسب
شہر سے باہر بھی جاری تھا لعاقب میں — عقل اور انسانیت سے نابلد تھے سب کے سب
ان کی یہ گستاخیاں برداشت کے قابل نہ تھیں — خالق ارض و سما کو آگیا ان پر غضب
اک فرشتے کیلئے صادر ہوا یہ حکم رب
ٹوٹ دیجائے ابھی طائف کی ساری سرزمین
ہاں مگر پہلے محمدؐ سے بھی اس کو پوچھ لو — وہ اگر کہہ دے تو نازل ہو ابھی ان پر غضب
آبدیدہ ہوگئے اس حکم کے سننے سے آپ — اور فرشتے سے یہ فرمانے لگے فخر عرب
میں معافی ان کو دیتا ہوں کہ یہ بےعقل ہیں — ہیں یہ سب گستاخیاں انکی جہالت کے سبب
حکم خالق ماننے سے ان کو گو انکار ہے — انکی اولادوں میں نکلیں کچھ مسلماں کیا عجب
گو کہ تکلیف و اذیت ان سے پہنچی ہے مجھے — پر نہیں مجھکو گوارا ان پہ نازل ہو غضب

اس لئے کہتے ہیں ان کو رحمۃ اللعالمین
اس لئے ہم مانتے ہیں انکو فخر المرسلین
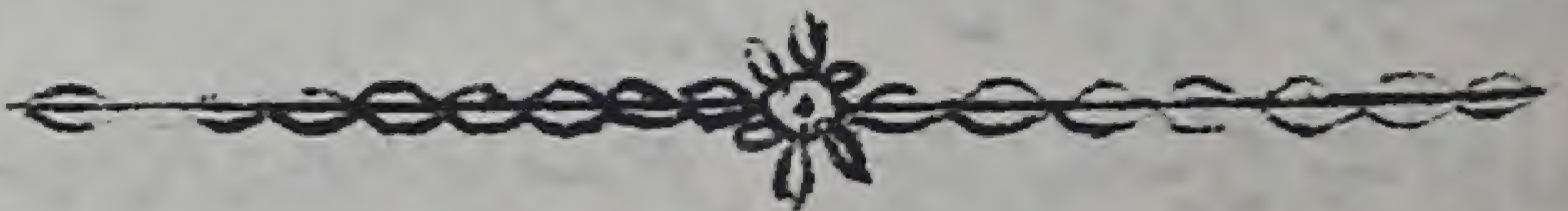
الحُبُّ فی اللہ

(از حضرت کیفی چڑیا کوٹی)

ایک غزوے میں کہ تھا ہمتِ ایماں کا مقام
موجزن جوش میں تھی شوکتِ فوجِ اسلام

کفر پر ٹوٹ پڑے ملتِ بیضا والے
برق گرتی ہے مگر خرمنِ ظلمت پہ مدام

تھے اسی سلسلۂ جوشِ غزا میں شامل
حضرتِ عکرمہؓ ابنِ عمرؓ و ابنِ ہشام

کاٹتے جاتے تھے یہ کفر کی زنجیروں کو
دلمیں تھی قوتِ حق ہاتھ میں تھی اُنکے حسام

ناگہاں چشمِ مشیت کو ہوئی کچھ جنبش
گر پڑے خاک پہ یہ تینوں فدائے اسلام

کثرتِ زخم سے ہلنے کی بھی طاقت نہ رہی
تشنگی ایسی کہ مفقود تھا یارائے کلام

سوئے میدان کوئی گرمِ تجسس آیا
ٹھنڈے پانی کا لئے ہاتھ میں بھر کر اک جام

جاں بلب عکرمہؓ کے وہ سرِ بالیں پہنچا
تاکہ فی الجملہ ملے پیاس سے ان کو آرام

عکرمہؓ کو نظر آیا کہ سہیلؓ ابن عمرؓ
حسرت و یاس سے ہیں دیکھ رہے جانبِ جام

بولے وہ پہلے انہیں جا کے پلاؤ پانی
کہہ رہا ہے یہی بیساختہ جوشِ اسلام

کوزۂ آب جو لیکر وہ بڑھا سوئے سہیلؓ
اُس نے دیکھا کہ اِدھر ہے نظرِ ابنِ ہشامؓ

بولے یہ ابنِ عمرؓ دیکھ خدارا اے شخص
پہلے اس سمت پہنچ لیکے تو پانی کا جام

تشنہ لب چھوڑ دیا عرصۂ دنیا کیفی
نہ چھٹا ہاتھ سے پر دامنِ حبِّ اسلام

محبتِ پدری پر حقوق اللہ کا غلبہ

(از جناب حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری)

پسرِ حضرتِ صدیقؓ وہ عبد الرحماں — جو کہ تقویٰ میں تھے تمثیل شجاعت میں مثل
مصر اور شام کی جنگوں میں کئے جو جو کام — زینتِ صفحۂ تاریخ ہیں اُن کے وہ عمل
ہاتھ میں تیغ تھی یا برق پئے خرمنِ کفر — دیکھ کر دل جسے کفار کے جاتے تھے دہل
سطوتِ حق کا زمانہ میں بٹھایا سکہ — چمنِ دہر سے باطل کو کیا مستاصل
بدر تک ان کو نہ اسلام پہ آیا تھا یقیں — تھے شریکِ صفِ اعدا وہ بجنگِ جہل
بعد از اں لائے پھر اسلام وہ والا گوہر — نورِ توفیقِ الٰہی نے دکھائی مشعل
بزمِ اصحابِ رسولِ عربی میں اک روز — غزوۂ بدر کا کچھ تذکرہ آیا جو نکل
بولے یہ حضرتِ صدیقؓ سے عبد الرحماں — حملہ آور جو ہوئی تھی میں صفِ اول
ایک بار آپ یہاں آگئے میری زد پر — سخت موقع تھا جو نیت میں کیا آئی خلل

پاسِ ناموسِ حقوقِ پدری نے روکا
دوسری سمت کو رخ اپنا لیا بیٹے نے بدل

سن کے یہ حضرتِ صدیقؓ نے ارشاد کیا
راہِ حق میں نہیں رشتہ کی رعایت کا محل

تو مری زد پہ جو آتا تو نہ بچکر جاتا
یہ مری تیغ تھی تیرے لئے پیغامِ اجل

دشمنِ حق سے مسلماں کی قرابت کیسی
اس کا رشتہ ہے فقط حبِ خدائے عز و جل

حضرت ابوبکرؓ کا جذبۂ اسلام

(نوشتہ جناب محمود اسرائیلی صاحب)

جب ابوبکرؓ ہوئے داخلِ دینِ اسلام
پہلے خطبہ میں دیا آپ نے درسِ توحید

لوگ کہتے تھے ابوبکرؓ بھی گمراہ ہوا
ہم تو سمجھے تھے قبیلہ میں اسے مردِ سعید

ہم نہ چھوڑیں گے اسے زندہ عرب میں رہنا
کہ اٹھائی ہے نئے دین کی اس نے تمہید

سرزنش اس کی اسی وقت جو کافی ہو گی
ہے یہ اندیشہ کریں اور نہ اس کی تقلید

بس یہ کہنا تھا کہ کفار عرب ٹوٹ پڑے
آپ کے جسمِ مبارک پہ لگی ضربِ شدید

آنکھیں پتھرا گئیں قائم نہ رہے ہوش و حواس
لوگ یہ سمجھے کہ جاتی رہی بچنے کی امید

باندھ کر جامۂ بوسیدہ میں گھر لے آئے
حالتِ نزع تھی، گھر والے تھے مشتاقِ دید

شام کے وقت نمایاں ہوئے آثارِ حیات
ہوش میں آیا یہ کچھ تیغِ شقاوت کا شہید

پوچھتا تھا کہ بتاؤ تو سہی حالِ رسولؐ
بس اعزا و اقارب کو بھی سجھی تاکید

جب یہ دیکھا کہ یہ اس درجہ ہی شیدائے نبیؐ
چھوڑ دی اس سے عزیزوں نے بھی پھر گفت و شنید

آستانے پہ محمدؐ کے اُسے پہنچایا
مل گئی جا کے جہاں قفلِ تمنا کی کلید

جب سنا احمدِ مرسلؐ نے ابوبکرؓ کا حال
آپ اسی وقت سے کرنے لگے فکرِ تفہمید

آب دیدہ ہوئے بوسہ لیا پیشانی کا
اور فرمایا "مبارک تجھے جنت کی نوید"

نشائے انصاف

اک مرتبہ فاروقؓ و علیؓ شانہ بہ شانہ
بیٹھے ہوئے تھے گرم تھا دربارِ خلافت،

اک شخص نے کی عرض کہ اے عدل مجسم
سن لیجئے کچھ مجھ کو علیؓ کی ہے شکایت

فاروقؓ نے فرمایا کہ اے بوالحسن اٹھ کر
جا بیٹھئے اس شخص کے پہلو میں بساعت

انصاف کا منشا ہے رہیں دونوں برابر
جبتک کہ مکمل نہ ہو دعوے کی سماعت

فوراً وہیں جا بیٹھے مگر چیں بہ جبیں تھے
کی دل سے تو احکامِ شریعت کی اطاعت

دریافت ہوا حال تو بے اصل تھا قصہ
تحقیق سے ثابت ہوا بیجا تھی شکایت

فریادی گیا اُٹھکے تو فاروقؓ یہ بولے
آجائیے اپنی جگہ اب وہ نہیں حالت

پھر آئے وہیں آپ جہاں بیٹھے ہوئے تھے
بشرہ سے نمودار تھی کچھ رنج کی حالت

پوچھا سببِ رنجشِ خاطر تو کہا یوں
کنیت حیدرؓ میں تھا اظہار سیادت

کرنا تھا مرے نام سے ہی مجھکو مخاطب
یعنی مری تعظیم کی تھی اس میں اشارت

مجبور ہوا ہوگا وہ بیچارہ یہ سُنکر
حاصل ہوئی ہوگی اسے کیا کیا نہ خجالت

کیا اس نے کہا ہوگا عدالت کو ہماری
تھا طرز طرفداری و اندازِ حمایت

لپٹا لیا فاروقؓ نے حیدرؓ کو گلے سے
یہ کہکے کہ بیشک تھا شایانِ خلافت

تقصیر ہوئی جسکی معافی کا ہوں خواہاں
اس بات کا مجھ کو بھی ہے افسوس نہایت

انصاف پرستوں سے عدل کہہ نہیں سکتے
کہتے ہیں مساوات اسے یہ ہے عدالت

حضرت بلال حبشیؓ اور عشقِ رسولؐ

(از جناب علی محمد صاحب سہیل لودیانوی)

چرخِ بطحے پہ جو وہ ماہ رسالت نکلا
آ کے فاران کی چوٹی پہ ہوا جلوہ فگن

کفر و الحاد کی ظلمت ہوئی یکدم کافور — جگمگانے لگے انوار سے دشت اور دمن
نورِ ایماں سے منور ہوئے اکثر اصحاب — اور اسلام پہ قربان کیا دینِ کہن
شمعِ توحید کے پروانوں میں تھا ایک بلالؓ — تھے وہاں جس کے نہ ماں باپ نہ بھائی نہ بہن
خدمتِ شاہِ دو عالم میں کہا یہ آکر — جان و دل میرا فدا آپ پہ اے شاہِ زمن
اُس کے آقا کو جو معلوم ہوا یہ قصہ — پڑ گئے جوشِ غضب سے وہیں ابرو پہ شکن
حکم بھیجا کہ ابھی لاؤ بلا کر اُس کو — تاکہ معلوم ہو سچ ہے کہ غلط ہے یہ سخن
آکے فرمایا کہ کچھ جھوٹ نہیں ہے اس میں — نورِ توحید مرے سینے میں ہے جلوہ فگن
سُن کے یہ بات غضبناک ہوا وہ کم بخت — گھر سے منگوائے ستمگار نے زنجیر و رسن
دست و پا باندھ کے اور پشت کو عریاں کر کے — اپنے خادم کو دیا حکم کہ ہاں دُرّہ بزن
سینے پر سنگِ گراں رکھ کے لٹایا اسکو — ریگ پر جو کہ شرربار تھی مثلِ گلخن
خون تھا پشت سے جاری تو زباں پر کلمہ — الاماں کہنے لگا دیکھ کے یہ چرخِ کہن
کر کے یوں قیدِ ستم اُس کو جفاجو نے کہا — جان کا اپنی بھلا کیوں تو ہوا ہے دشمن
زندگی تیری ہے انکارِ نبیؐ پر موقوف — ورنہ خنجر ہے مرا اور ہے تیری گردن
آفریں باد بریں ہمتِ مردانہ بلالؓ — تھا جبیں پر نہ بل اور نہ ابرو پہ شکن
ہنس کے فرمایا نہیں خوف مجھے مرنے کا — منہ نہ موڑوں گا میں اس راہ سے ہو گرچہ کٹھن

رہبر دیں ہے مرا گیسوؤں والا آقا — جس کے جلوے سے لگی دل کو مرے حق کی لگن

منزل عشق میں تکلیف ہوا کرتی ہے — راہِ اُلفت میں ہوا کرتے ہیں رنج اور محن

میرے آقا مرا مولا ہے وہ شاہ بطحیٰ — میرا ہادی مرا رہبر ہے شہنشاہ زمن

تازیانے کی ترے مجھ کو نہیں ہے پروا — یہ حقیقت ہیں مرے آگے ترے طوق و رسن

اب تو ممکن نہیں اسلام سے پھر جاؤں میں — کاٹ دے میری زباں چاہے اُڑا دے گردن

مجھ سے انکار رسالت ہو۔ نہیں یہ ممکن! — موت اس سے ہیں آئے تو یہی امر احسن

جب ابوبکرؓ کو معلوم ہوا یہ احوال — پہلے سمجھایا ستمگر کو بآئین حسن

جب نہ باز آیا وہ کم بخت تو فدیہ دے کر — دست و پا کھول دیے کاٹ کے زنجیر و رسن

اپنی ہستی کو محمدؐ پہ فدا کر دے سہیل
تجھ کو مطلوب ہے گر جنتِ ماوا کا چمن

عید فاروقی

(از حضرت شفق)

حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی مصطفیٰ — مقبول بارگاہِ خداوند ذی الکرام

زہرے تھے جن سے قیصر و کسریٰ کے آب آب — تھرائے جن کے رعب سے از روم تا بہ شام

عالم یہ تھا انہی کے خضوع و خشوع کا — خوفِ خدا سے آنکھیں تھیں گوہر فشاں مدام
در بند کرکے روتے رہے گھر میں صبح تک — سُن لی خبر جو عید کی رویت کی وقتِ شام
حضرت ابوہریرہؓ نے در پر یہ دی صدا — خلوت سے اب نکلئے کہ حاضر ہیں خاص و عام
روتے ہیں آپ کیوں کہ مسرت کا دن ہے آج — ہے فرحت و سرور کا یا غم کا یہ مقام
فرمایا خوش اگر ہیں تو ہیں خوش وہ روزہ دار — روزے کی غرض سے جو ہوئے فائز المرام
مجھ کو خبر نہیں کہ یہ روزے ہوئے قبول! — یا فاقہ ہی ہیں سارا مہینہ ہوا تمام
مقبول جو ہیں آج سرور اُن کا ہے بجا — محروم فضل جو ہیں انہیں کیا خوشی سے کام

صدقے ہیں ان بزرگوں کے ہو مغفرت شفیق
ہیں سب نماز روزے ہمارے برائے نام

رعیّت کی خبرگیری

(از حافظ محمد یعقوب صاحب آوچ۔ گیاوی)

نکلے گھر سے ایک دن حضرت عمرؓ — تا کہ شب کو لیں رعایا کی خبر
مائلِ فریاد دیکھیں کون ہے — ہوتی ہے کس حال میں کس کی بسر
شہر کے باہر جو پہنچے ناگہاں — رونے کی آئی صدا اک پُر اثر

ایک بدو کو جو دیکھا آپ نے — اس سے پوچھا کون ہے یہ نوحہ گر
عرض کی اُس نے کہ اے غمخوار سن — کیا کہوں میں قصۂ دردِ جگر
میری بیوی دردِ زہ میں ہے اسیر — ہے اسی کی یہ صدائے پُر اثر
اس لئے اک قابلہ درکار ہے — بیکسوں کی لیجئے جلدی خبر
سُن چکے جب اس سے روداد محن — حضرتِ فاروق آئے اپنے گھر
اپنی بیوی سے یہ فرمانے لگے — آج تو آرام کو قربان کر
حق کی بندی مومنہ فخرِ اناث — ساتھ ہو لیں آپ کے ارشاد پر
دونوں آئے منزلِ مقصود تک — دونوں پہنچے جلد اُس بدو کے گھر
نیک بی بی خیمے کے اندر گئیں — صورتِ درباں رہے حضرت عمرؓ
دو گھڑی کے بعد بیوی آپ کی — دے گئیں عیش و مسرت کی خبر
دوست کو اپنے مبارکباد دو — قدرتِ حق سے ہوا پیدا پسر

آپ کو خلق خدا کا خیال تھا
نام کے مخدوم۔ تھے خادم مگر
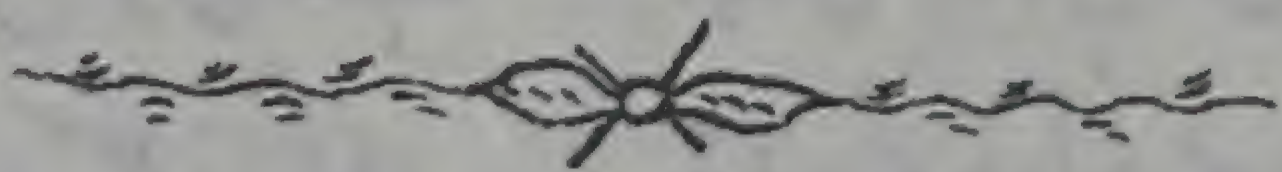
مساوات فاروقی

امیر المومنین حضرت عمرؓ کے عہد میں اک دن
کیا دعوی ابی نے آپ پر دائر عدالت میں

قضا کے منصب عالی پہ مامور ابن ثابت تھے
انہوں نے حاضری کا حکم بھیجا انکی خدمت میں

ہوئے حاضر وہاں تو زید نے تعظیم دی انکو
کہا حضرت عمرؓ نے یہ نہیں جائز شریعت میں

خطا پہلے تمہاری تو یہی اے ابن ثابت ہے
کہ غفلت عدل کی آ گئے رعب خلافت میں

یہ فرما کر ابی کے پاس ہی حضرت بھی جا بیٹھے
کہ داخل تھی مساوات آپکی عادت میں طینت میں

تھا دعوی بے دلیل انکا نہیں انکار دعوی سے
قسم دیں انکو یہ سوچا ابی نے ایسی صورت میں

ادب حضرت امیر المومنیں کا تھا جو قاضی کو
کہا ایسی نہ گستاخی کرو حضرت کی خدمت میں

جبین عدل فاروقی پہ بل پڑنے لگے فوراً
کہا اے زید تم حق پہ نہیں ہو اس رعایت میں

قسم دیتے نہیں سنکر کہ اس کا تمکو کیا حق ہے
خطا یہ دوسری سرزد ہوئی تم سے عدالت میں

تمہاری ہے یہی حالت اگر بیجا حمایت کی
تو اس منصب کے تم قابل نہیں ہو ایسی صورت میں

یہی وہ اسوۂ فاروق اعظم ہے کہ اک عالم
مثالیں اسکی سنکر غرق ہے دریائے حیرت میں

نظر ڈالو تعمق سے ذرا تاریخ عالم پر
نظیر اسکی نہیں ملتی مساوات و عدالت میں

فرضِ عہد کا پاس

(از مولانا ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے مالک اخبار زمیندار لاہور)

وہ تیغ جس کی چمک برقِ طور کی مانند
بنی تھی روشنی دیدۂ جہاں کے لئے

چلائی سعد نے جب قادسیہ میں آکر
تو قدسیوں نے قدم آکے تیغِ راں کیلئے

اس ایک فتح نے ایران کو کیا تسخیر
رہی نہ کوئی کماں دودۂ کیاں کیلئے

مقاومت کے دکھائے عدو نے گر جوہر
یہ فخر و قعت تھا بازوئے ہرمزاں کیلئے

گئی عجم کی غنیمت مدینہ کو جس وقت
کہ تھا وہ منظر اسی گنج شائگاں کیلئے

تو ہرمزان کے بارہ میں سعد نے لکھا
بلا یہ ایک ہے اسلامیوں کی جاں کیلئے

کیا جلالِ عمرؓ نے یہ فیصلہ ناطق
سزائے موت ہے اس دشمنِ اماں کیلئے

یہ ہرمزاں نے کہا پہلے قتل سے پانی
پلاؤ مجھ کو خداوندِ انس و جاں کیلئے

دیا گیا جب اُسے آبخورہ پانی کا
تأمل اس نے کیا شاید امتحاں کیلئے

تشفی اس کو جنابِ عمرؓ نے دی اس طرح
زباں ہے قول کو اور قول ہے زباں کیلئے

نہ تیرے حلق سے جبتک اُترے یہ پانی
حرام خوں ہے ترا خنجرِ رواں کیلئے

پٹک کے اس نے پیالہ کہا کہ خوف نہیں اب
ملی نجات مجھے عمرِ جاوداں کیلئے

امان مل گئی مجھ کو ہے فرض عہد کا پاس حریم احمدؐ مرسل کے پاسباں کیلئے
فدا یہ جانِ گرامی ہو دین احمدؐ پر
بنا ہے آج سے اسلام ہر مزاں کیلئے

ایفائے عہد

(از جناب ملک الکلام قوی امروہوی)

ایک دن تخت خلافت پہ جناب فاروقؓ جلوہ گستر تھے بصد شوکت جاہ و توقیر
جانب پشت نگہبان تھے جناب افلح تھے چپ و راست اراکین و ندیمان و مشیر
سامنے ایک طرف مجمع اہلِ فریاد مجرم استادہ تھے اک سمت بحالِ تغییر
گرم بازاری انصاف و عدالت کے سبب، کوئی پاتا تھا جو انعام۔ تو کوئی تعزیر

یک بیک حاضرِ دربار ہوئے دو لڑکے کر کے لائے تھے جو اک مرد مسلماں کو اسیر
حال پوچھا تو کہا دونوں نے با دیدۂ تر بخدائے دو جہاں جو ہے سمیع و البصیر
بے پدر کر دیا اس شخص نے ہم دونوں کو چاہتے ہیں کہ ملے اس کو سزائے تقصیر
حکم ہو ہم کو کہ لیں خونِ پدر کا بدلہ اس لئے لائے ہیں اس شخص کو ہم پیش امیر

سوئے مجرم متوجہ ہوئے یہ سن کے عمرؓ عرض کی اس نے کہ لڑکوں کی بجا ہے تقریر

جھوٹھ بولوں گا نہ زنہار میں اے حاکم وقت | لاجرم آئی ہے مجھ سے ہی عمل میں تقصیر
جان دینے کیلئے اپنی میں حاضر ہوں مگر | پاس رہتا ہے مرے ایک مرا بھائی صغیر
باپ کے ترکہ میں جو کچھ کہ ملا تھا اس کو | دفن ہے ایک جگہ بھائی کا وہ مال کثیر
اس جگہ سے کوئی واقف نہیں فدوی کے سوا | اس لئے فکر و تردد ہے بہت دامنگیر
تین دن کی مجھے اس وقت جو مہلت ملجائے | انتظام اس کا میں کردوں کہ ہے وہ طفل صغیر
کہیں السیانہ ہو ترکہ سے وہ محروم رہے | اور محشر میں بھگتنی پڑے مجھکو تعزیر

سن کے یہ لڑکوں سے ارشاد خلیفہ نے کیا | کچھ ہوئی تمکو بھی معلوم تمنائے اسیر
باپ کے خون کا لے سکتے ہو تم اس سے قصاص | یعنی اقبال ہے اسکو کہ ہوئی ہے تقصیر
تین دن کی یہ مگر مانگ رہا ہے مہلت | دو تو احسان نہ دو تو نہیں متغیر تعزیر
بولے وہ لڑکے. اگر ہو کوئی اسکا ضامن | ہم اسے دیتے ہیں مہلت بخداوند قدیر
بات یہ لڑکوں کی جب ملزم بیکس نے سنی | دیکھ کر ایک نظر لوگوں کو کی یہ تقریر
اس بھری بزم میں واقف نہیں مجھسے کوئی | ہاں مگر سامنے بیٹھا ہے جو اک مرد پیر
ہے یقیں مجھکو کہ ہو جائے گا ضامن میرا | کیونکہ روشن نظر آتا ہے مجھے اس کا ضمیر
سن کے یہ حضرتِ بوذر ہوئے اس کے ضامن | ہو کے آزاد روانہ ہوا وہ تھا جو اسیر
جمع ایوانِ خلافت میں ہوئے تیسرے روز | سینکڑوں مرد و زن و پیر و جوان طفل صغیر

دونوں لڑکے بھی بوذرؓ بھی وہاں تھے موجود | فکر تھی دیکھئے کیا آج دکھائے تقدیر
کہیں ایسا نہ ہو بوذرؓ کی قضا آجائے | دھوکہ دیکر نہ کہیں جان بچائے وہ شریر
ناگہاں دیکھا کہ اک شخص چلا آتا ہے | اس طرح جیسے کہ چھوٹا ہو کماں سے کوئی تیر
آتے ہی اُس نے کہا لیجئے میں ہوں موجود | پھیرئیے شوق سے اب میرے گلے پر شمشیر
ہو گئے دنگ اُسے دیکھکر اس شان سے لوگ | شورِ تحسین کا تھا جوش صدائے تکبیر
ہو کے خوش لڑکوں سے فرمایا خلیفہ نے کہ ہاں | کیا تامل ہے قصاصِ پدرِ خویش بگیر

بولے لڑکے کہ بحل ہم نے کیا خونِ پدر
ایسے پابندِ وفا پر نہیں اٹھتی شمشیر

فاروق اعظم اور ایک بڑھیا

(از جناب چوہدری دلو رام صاحب کوثری)

اک روز شیخ کہتے تھے ممبر پہ صاف صاف | باندھو نہ لمبے مہر یہ شیخی ہے اور لاف
یہ سُنکے ایک بڑھیا نے ہنسکر کہا چہ خوب | اللہ رے یہ مہر کے عقدے کا انکشاف
قرآں سے بیخبر ہے تو کیسا خلیفہ ہے؟ | دیتا ہے حکم وحیِ الٰہی کے برخلاف
قِنطار کے تو مطلب و معنی پہ غور کر | لازم نہیں ہے آیتِ قرآں سے انحراف

کابین مہر کا تو ہے مرضی پہ انحصار　حد اس کی کچھ نہیں ہے نہیں اسمیں اختلاف

فاروقؓ نے یہ سُن کے کہا مانتا ہوں میں　ہاں مجھ سے ہوگیا ہے بُرا امر اعتساف

علم عمرؓ سے علم زیادہ سبھوں کا ہے　حتیٰ کہ بڑھیا عورتوں کا علم بگزاف

بعد اس کے آپ نے نہ کیا منع مہر بھر　اس عدل کا تھا تذکرہ از قاف تا بہ قاف

منصف مزاج کیسے تھے اسلاف و سلف　اپنی خطا کا کرتے تھے منبر پہ اعتراف

بیشک وہی بڑا ہے جو مانے قصور کو　بیشک اسی کا نام ہے عرفان و اعتکاف

تسلیم کی ہے خو سبب حرمتِ عظیم　اقرار جرم جرم کا ہے پردہ و غلاف

جو دل ہے پاک کبر سے وہ گھر خدا کا ہے　کرتا ہے اس کا خانۂ کعبہ خود طواف

بندہ وہ کونسا ہے جو بے گناہ ہے　انسان ہے مضاف الیہ اور گنہ مضاف

چودہ طبق میں کوثری معصوم چودہ ہیں
باقی قصور وار ہیں سب حق کرے معاف

جوشِ اسلام

(از جناب مولوی منظور الحق صاحب کلیم بی بی پور اعظم گڈھ)

عہد فاروقؓ میں جب قادسیہ جنگ چھڑی　اس میں ہمراہ گئے تھے ابو محجن ثقفی

آپ شاعر تھے بہادر تھے جو انمرد بھی تھے | انکی مشہور عرب میں تھی بہت تیغ زنی

شرع کی حد سے قدم آپ کا باہر جو پڑا | عین ہنگامہ میں پھر قید بھگتنی بھی پڑی

تھی خطا یہ کہ "مئے ناب" نکل آئی تھی | پاس اُن کے جو کسی جا تھی حفاظت سے دھری

اُن کے پینے کی شہادت بھی تھی موجود وہاں | یعنی خود اس کے مقر تھے ابو محجن ثقفی ؓ

بیڑیاں پاؤں میں ڈالی گئیں بھاری بھاری | قید کرنے کی سزا ان کے جو تجویز ہوئی

گرم ہنگامہ ہوا جب تو لگے وہ کہنے | کاش سلمیٰ تو رہا کر تو عنایت ہو بڑی

ان کی فریاد پہ جب دھیان نہ سلمیٰ نے دیا | حسرت و یاس کی ڈوبی ہوئی اک آہ بھری

اور کہا آہ! ہر اک اپنے دکھائے جو ہنر | اور میں خنجر ارماں سے رہوں یوں زخمی

کاش آزاد میں ہوتا تو دکھاتا کھل کر | نیزہ بازی اسے کہتے ہیں یہ ہے تیغ زنی

دل نازک پہ اثر کر گئی سلمیٰ کی یہ بات | اور پورا کیا محبوس کا ارمانِ دلی

ہو کے زنداں سے رہا خنجر و شمشیر سنبھال

اصطبل کی طرف آئے، لیا اک اسپ قوی

سعد نے دیکھ کے ہمراہیوں سے اپنے کہا | ابو محجن کے یہ انداز ہیں دیکھو تو ذرا

پردہ میں قید یہ ہے کون خدا کا بندہ | جس نے کی لشکر کفار میں ہلچل پیدا

آخرش طے نہ ہوا کچھ بھی کہ ہے کون بشر | اور ادھر لشکر کفار نے رستہ پکڑا

لوٹتے مال غنیمت تھے اِدھر سب غازی — ابو محجن نے اُدھر قید کا سامان کیا
آئے واپس جو اِدھر سعد تو حیرت تھی بہت — سامنے کی جو نظر قید میں قیدی پایا
کہا سلمیٰ نے جو قصہ تو کہا خوش ہو کر — حبذا جوشِ اسلام یہ رتبہ تیرا

تھا اسی جوشِ صداقت پہ تو اسلام کو ناز
نہ کہ یہ تیرہ درونی، کہ جہاں میں ممتاز

اُسوۂ فاروقی

(از حافظ محمد یعقوب صاحب اوج۔ گیاوی)

ایک دن حضرت عمرؓ نکلے جو شب کو بہرِ گشت — ناگہاں بچوں کے رونے کی انہیں آئی صدا
چلتے چلتے ایک خیمہ پر پڑی ان کی نظر — جس پہ بھی چھائی ہوئی افلاس و نکبت کی گھٹا
دیکھا اک بیکس ضعیفہ کو کہ ہے اندوہگیں — چند بچے ہیں کہ ہیں رہ رہ کے سرگرمِ بکا
یاس و حسرت کی گھٹا چھائی تھی ان اطفال پر — پھول سا رُخ تھا سمومِ غم سے کمہلایا ہوا
اُس ضعیفہ سے یہ پوچھا حضرتِ فاروقؓ نے — کس لئے ان ننھے بچوں پر ہے یہ ظلم و جفا
کیوں نہیں کھانا تو دیتی ہے انہیں اے زن — بھوک کی شدت سے ان کا رنگ ہے بدلا ہوا
آپ کی باتیں سنیں جب اُس نے بولی یاس سے — درد و رنج و غم کا قصہ ہے بہت عبرت فزا

آہ میں لاؤں کہاں سے کچھ کھلانیکے لئے — کشتیٔ غم کا مرے کوئی نہیں ہے ناخدا
وائے قسمت! ہائے بہت غافل امیر المومنین — غفلتوں سے اسکی ہوں اندوہ و غم میں مبتلا
صرف تسکیں کے لئے رکھی ہے ہانڈی آگ پر — تاکہ سمجھیں پک رہا ہے اسمیں کچھ بہر غذا
سنتے ہی یہ آبدیدہ ہوگئے حضرت عمرؓ — جانب طیبہ چلے با حسرت و آہ و بکا
پیٹھ پر کچھ لادلیں کھانیکی چیزیں آپنے — سر میں تھا سودائے غم اور جوش آنکھوں میں بھرا
لیکے سب سامان خورد و نوش جب پہنچے صرار — جلد اپنے ہاتھ سے تیار سب کھانا کیا
کھا چکے بچے تو حضرت ہوگئے مسرور و شاد — اور کیا پھر شکر رب خالق ارض و سما
کس قدر انہیں رعیت پروری کا تھا خیال — حضرت فاروق کا مشہور ہے جود و سخا

ایک وہ تھے جنکے اب تک کارنامے یاد ہیں
ایک ہم ہیں مجمع بغض و حسد کبر و ریا

سیرت فاروق

عہد خلافت راشدہ کا ایک اسوۂ حسنہ

(از مولانا سید حسن مرتضیٰ صاحب شفیق۔ عماد پوری)

عہد فاروقی میں جب فتح ہوا شام کا ملک — حامل رایت نصرت ہوئے ابن زیاد

عہدِ شاہت کا قبلہ تھا جو بیت اقدس — شرک کو آ کے وہاں بھی نہ ملی جائے پناہ

جھک پڑی ہیبتِ اسلام سے سجدے کو صلیب — ہوا توحید کا خود خانہ قدوس گواہ

جادۂ حق سے ہوئی ظلمتِ باطل کافور — چہرۂ ظلم ہوا عدل کی دہشت سے سیاہ

رعب سے دب کے ہوئے صلح کے خواہاں آخر — شہر کے حملوں کی جب تاب نہ لائے روباہ

دی خبر حضرتِ فاروقؓ کو اصحاب نے یہ — لائیں تشریف یہاں آپ بصد عظمت و جاہ

اس طرح بے سروساماں وہ چلے جانبِ شام — کہ کہاں جاتے ہیں یہ بھی نہ تھے اکثر آگاہ

چلتے چلتے جو قریب آگیا بیت المقدس — اونٹ منزل کا تھکا ماندہ نہ چل سکتا تھا راہ

جسمِ اطہر میں ادھر ایک عبا پارینہ — اور اُدھر دھوم تھی آتا ہے مسلمانوں کا شاہ

لوگ پوشاک نئی لائے بدلنے کیلئے — نہ جچی نظروں میں وہ فقر تھا منظورِ نگاہ

اب تو وہ ذوق خود آرائی و خود بینی ہے — لذتِ نفس کے پیچھے ہیں مسلمان تباہ

کھو گئے جتنے تھے اخلاقِ حمیدہ ہم میں — اب کہاں صدق کہاں عدل کہاں خوفِ الٰہ

کون تھے آئے تھے کس کام کو کیا اسکی خبر — کیا تھے کیا ہو گئے اسکو بھی نہیں ہے آہ

خو کہاں کی کہ نہیں پوچھ بھی شغف وہ باقی
اور اسیر بھی ابھی زندہ ہیں انّا للّٰہ

عہدِ فاروقی

چادر کا مشہور واقعہ

(از مولانا شبلی)

ایکدن حضرتِ فاروقؓ نے منبر پہ کہا — میں تمہیں حکم جو کچھ دوں تو کرو گے منظور
ایک نے اُٹھ کے کہا کہ نہ مانیں گے کبھی — کہ ترے عدل میں ہمکو نظر آتا ہے فتور
چادریں مالِ غنیمت میں جو اب کے آئیں — صحنِ مسجد میں وہ تقسیم ہوئیں سب کے حضور
ان میں ہر ایک کے حصہ میں فقط اک آئی — تھا تمہارا بھی وہی حق کہ یہی ہے دستور

اب جو یہ جسم پہ تیرے نظر آتا ہے لباس — یہ اُسی لوٹ کی چادر سے بنا ہوگا ضرور
مختصر تھی وہ ردا اور ترا قد ہے دراز — ایک چادر میں ترا جسم نہ ہوگا مستور
اپنے حصّہ سے زیادہ جو لیا تو نے اب — تو خلافت کے نہ قابل ہے نہ ہم ہیں مامور

گرچہ وہ حد سے سوا سب سے بڑھا جاتا تھا — سب کے سب مہر بہ لب تھے چہ اناث و چہ ذکور
رد کرے کوئی کسیکو یہ نہ کسکا تھا مجال — نشۂ عدل و مساوات سے سب تھے مخمور
اپنے فرزند سے فاروقؓ معظم نے کہا — تم کو ہے حالتِ اصلی کی حقیقت پہ عبور
تم ہی دے سکتے ہو اسکا مری جانب سے جواب — کہ نہ پکڑے مجھے محشر میں مرا ربِ غفور

بولے یہ ابن عمرؓ سب سے مخاطب ہو کر ۔۔۔ اسمیں کچھ والد ماجد کا نہیں جرم و قصور

ایک چادر میں جو پورا نہ ہوا انکا لباس ۔۔۔ کر سکی اسکو گوارا نہ مری طبع غیور

اپنے حصہ کی بھی اپنی انہیں چادر دیدی ۔۔۔ واقعہ کی یہ حقیقت ہے کہ جو تھی مستور

نکتہ چین نے یہ کہا اٹھ کے کہ ہاں اے فاروقؓ

حکم دے ہم کو کہ اب اسے مانیں گے ضرور

اسلام اور مساوات

(از جناب محمد علی خاں صاحب اثر ملازم سشن کورٹ ریاست رام پور)

عہد فاروقؓ کے اک واقعہ پر کیجئے غور ۔۔۔ شان اسلام کا نظارہ اگر ہے منظور

ہر فراں ہو گیا جب حلقہ بگوش اسلام ۔۔۔ جیش منصور بڑھا جانب جندی سابور

رعب اسلام سے تھرا گئے دشمن کے قلوب ۔۔۔ سارے کفار رہے قلعہ میں کچھ دن محصور

آخر اک روز کھلے قلعے کے سب دروازے ۔۔۔ امن قائم ہوا حالت ہوئی حسب دستور

کام جاری ہوئے بازاروں میں رونق آئی ۔۔۔ نعمت امن سے سب خورد و کلاں تھے مسرور

تھی مسلمانوں کو حیرت کہ یہ قصہ کیا ہے ۔۔۔ کیا سبب ہے کہ ہوئے مطمئن ارباب شرور

پوچھا کفار سے آخر سبب اسکا کیا ہے ۔۔۔ بولے "جزیہ پہ ہوا امن کا رقعہ مسطور"

کی جو تحقیق تو ثابت ہوا یہ آخر کار
ایک بندے نے لکھی امن کی تحریر ضرور
باجو اس کے یہ فرمایا ابو موسیٰ نے
نہیں اک عبد کا منصب کہ کرے فصل امور
بولے کفار نہیں عبد میں اور حر میں تمیز
اس میں فرمائیے ہم عاصیوں کا کیا ہے قصور
اک مسلمان کی تحریر ہمیں کافی تھی
مشورہ لیں جو خلافت سے تو بہتر ہے حضور

الغرض آیا یہ دربار خلافت سے جواب
جز بہ پر امن کی تحریر ہے ہم کو منظور
جس کو اک عبد مسلمان نے مامون کیا
امن پر ان کے مسلمان ہیں سارے مجبور
ایک ہیں عالم اسلام میں مالک مملوک
ہے یہ دربار رسالت کا گرامی منشور

صلی اللہ علیٰ روحک طراً ابداً
اے کہ اسلام ہوا ذات سے تیری پر نور
حریت اور مساوات کے اے مدعیو!
لاؤ کوئی تو نظیر ایسی اگر ہے مقدور

جس کو کہتے ہیں مساوات وہ اسلام میں ہے
دیکھ لو چشم اثر سے جو نہیں تم کو شعور

اسلام کی عدالت

(از مولوی اظہار حق صاحب عباسی سہیل)

کھو گئی جو حیدر کرار کی سپر
سمجھے کہ اب ملیگی نہ وہ مجھ کو عمر بھر

اس واقعہ کے بعد زمانہ گذر گیا
حتیٰ کہ ہوگئے وہ خلافت پہ مستقر

دیکھی گئی وہ ڈھال یہودی کے پاس پھر
حضرت علیؓ نے اس سے طلب کی وہی سپر

ہر چند اس سے آپ تقاضا کیا کئے
دیتا نہ تھا وہ ڈھال کسی حال میں مگر

حالانکہ بادشاہ تھے آپ اپنے وقت کے
گر چاہتے تو تن سے جدا کرتے اس کا سر

اسلام نے مگر یہ پڑھایا نہ تھا سبق
ظلم و جفا و جور سے کرتے تھے الحذر

مجبور ہو کے فیصلہ قاضی پہ رکھدیا
حضرت عیاضؓ وقت کے قاضی تھے معتبر

قاضی نے کہدیا یہ جناب امیر سے
لائیں کوئی گواہ یہ ہے آپ کی اگر

حضرت حسنؓ گواہ بنے تو یہ کہدیا
دشمن کو کب ہے ایک شہادت سے کچھ ضرر

پھر دوسرے گواہ بنے حضرت حسینؓ
گویا کہ ایک بدر تھا شاہد اور اک قمر

وہ سیدہ کے جائے تولے رسول کے
دونوں وہ تھے بتول کے لخت دل و جگر

قاضی نے کہدیا کہ شہادت نہیں قبول
انکے پدر ہیں آپ یہ ہیں آپ کے پسر

والد کے حق میں ہو نہیں سکتا ولد گواہ
شاہد کوئی بلائیے اب اور معتبر

حاصل یہ ہے کہ ہوگئے شیر خدا خموش
رکھدی گئی وہ ڈھال یہودی کے ہاتھ پر

یہ حال دیکھکر وہ یہودی نہ رہ سکا
اس واقعہ سے دل میں ہوا اسکے اک اثر

کہنے لگا کہ جس کے غلاموں کا ہے یہ حال
ایمان کیوں نہ لاؤں میں ایسے رسول پر

القصہ ہوگیا وہ مسلمان بصدقِ دل — اور شاہ بوتراب کو دیدی وہی سپر
جن کے سروں میں مغز ہے اور مغز میں شعور — سینہ میں جنکے قلب ہے اور قلب میں اثر
ذہنوں میں جن کے فہم ہے اور فہم میں فکا — آنکھوں میں جن کی نور ہے اور نور میں نظر

بس اے سہیل روک عنانِ قلم یہیں
ان کے لئے یہ واقعہ کافی ہے مختصر

ایامِ قحط میں حضرت عمرؓ کی رعایا پروری

(از مولانا شبلی)

"عام الرمادہ" کہتے ہیں جسکو عرب میں لوگ — عہدِ خلافتِ عمری کا وہ سال تھا
اس سال قحط عام تھا ایسا کہ ملک میں — لوگوں کو بھوک پیاس سے جینا محال تھا
پانی کی ایک بوند نہ ٹپکی تھی ابر سے — ہر خاص و عام سخت پراگندہ حال تھا
اعراب کی بسر حشرات زمیں پہ تھی — سب اٹھگیا جو فرق حرام و حلال تھا
تشویش سب سے بڑھ کے جناب عمرؓ کو تھی — ہردم اسی کی فکر اسی کا خیال تھا
تدبیر لاکھ کی تھی مگر رک سکا نہ قحط — گو انتظام ملک میں انکو کمال تھا
معمول تھا جناب عمرؓ کا کہ متصل — کرتے تھے گشت رات کو سونا محال تھا

اک دن کا واقعہ ہے کہ پہنچے جو دشت میں — کوسوں تلک زمین پہ خیموں کا جال تھا

بچے کئی تھے ایک ضعیفہ کی گود میں — جن میں کوئی بڑا تھا کوئی خورد سال تھا

دیکھا جو اسکو یہ کہ پکاتی ہے کوئی چیز — جاتا رہا جو طبع حزیں میں ملال تھا

سمجھے کہ اب وہ انکی حالت نہیں رہی — گم ہو چلا ہے قحط کا جو اشتعال تھا

پوچھا خود اس سے جاکے تو رونے لگی کہ آہ — کیا آپ کو غذا کا بھی یاں احتمال تھا

بچے یہ تین دن سے تڑپتے ہیں خاک پر — میں کیا کہوں زبان سے اُن کا جو حال تھا

مجبور ہوکے ان کے بہلنے کے واسطے — پانی چڑھا دیا ہے یہ اس کا ابال تھا

ان سے یہ کہدیا ہے کہ اب مطمئن رہو
کھانا یہ پک رہا ہے اسی کا خیال تھا

بے اختیار رونے لگے حضرت عمرؓ — بولے کہ یہ مرے ہی کیے کا وبال تھا

جو کچھ کہ ہے یہ سب ہے مری شامت عمل — از بس گناہگار مرا بال بال تھا

بازار جاکے لائے سب اسباب آب و نان — جو زخم قحط کا سبب اندمال تھا

چولہے کے پاس بیٹھ کے خود پھونکتے تھے آگ — چہرہ تمام آگ کی گرمی سے لال تھا

بچوں نے پیٹ بھر کے جو کھایا تو کھل اٹھے — ایک ایک اب تو فرطِ خوشی سے نہال تھا

تھی وہ زنِ ضعیف سراپا زبانِ شکر — یاں حضرتِ عمرؓ کو وہی انفعال تھا

کہتی تھی وہ جنابِ عمرؓ سے کہ سچ یہ ہے
ہوتا جو تو خلیفہ تو شایانِ حال تھا
عہدہ عمرؓ کو یہ جو ملا تجھ سے چھین کر
جو کچھ گذر رہا ہے یہ اس کا وبال تھا

ایثار فاطمہ

(از مولانا سیماب صدیقی الوارثی اکبر آبادی)

ہونیکو سینکڑوں ہوئیں دنیا میں عورتیں
ایثار فاطمہؓ کی نہ لیکن ملی مثال
محروم کوئی بھی نہ پھرا در سے آپکے
سائل کا آپ نے نہ کبھی رد کیا سوال
کھانے سے پہلے دیکھتیں جاکر پڑوس میں
بھوکا پیاسا ہو نہ کوئی اور خستہ حال
فاقے سے دیکھتی تھیں کسیکو اگر کبھی
پہلے اُسے کھلاتی تھیں زہرا خوشخصال
اس خُلق اس عطا کی مدینہ میں دھوم تھی
پڑھتا تھا کلمہ آپ کا ہر پیر و خورد سال
اک روز خدمتِ شہ طیبہ میں اک گدا
آیا اور اتفاق سے موجود تھا نہ مال
فرمایا اس سے آپ نے زہراؓ کے پاس جا
اور اس سے جا کے نامِ خدا کر کوئی سوال
مجبور ہوں کہ کچھ نہیں اس وقت میرے پاس
مسرور ہوں کہ دیگی ترا حال، وہ سنبھال
القصہ آیا خدمتِ زہراؓ میں وہ فقیر
اور دی صدا کہ فاطمہؓ بی بی جنہیں بنت الال

بھوکا ہوں اور غمزدۂ روزگار ہوں
للہ کر دو زخم مصیبت کا اندمال

سُنکر صدا فقیر کی گھبرائیں فاطمہؓ
سوچا کہ آج گھر میں نہ آٹا ہے اور نہ دال

دو روز ہو گئے کہ ہے فاقہ سے گھر کا گھر
بچوں کا میرے بھوک کے مارے ہے جی نڈھال

لیکن فقیر غمزدۂ روزگار ہے
دونگی جواب صاف تو ہوگا بڑا خیال

دیکھا اِدھر اُدھر جو اٹھا کر نگاہ کو
آئی نظر پڑی ہوئی میڈھے کی ایک کھال

سوتے تھے اُسپہ رات کو آکر حسنؓ حسینؓ
نورِ نگاہِ مرتضوی فاطمہؓ کے لال

لاکر وہ کھال آپ نے اس سے کہا کہ لے
اللہ اور دیگا وہ ہے رازق تعال

بولا فقیر کھال ہے موزوں لباس کو
اور اس سے پہلے بھوک کا میں نے کیا سوال

کھانا نہ پیٹ میں ہو تو کپڑوں کی فکر کیا
کھانا بھی ہو عطا تو پھر احسان ہو کمال

یہ سُن کے اپنی کنٹھی اتاری بتولؓ نے
جو ہدیۃً کسی نے ابھی دی تھی بے مثال

کہنے لگیں کہ لے مری کنٹھی یہ بیچ لے
قیمت جو کچھ ملے اسے کیسے میں اپنے ڈال

کھانا کھلا پلا جو ترے جی میں آئے کر
باباؔ خدا کے نام پہ حاضر ہے جان و مال

ایثار فاطمہ

فرماتے ہیں امامِ حسنؓ ابن مرتضےٰ
فاقے پہ ایک وقت کے سبکو ملا طعام

بنتِ رسولؐ سیدہ پاک فاطمہؓ ۔۔۔ واقف ہیں جنکے جود و سخاوت سے خاص و عام

ہم دونوں بھائی آپ سے پہلے تھے کھا چکے ۔۔۔ کرتے تھے شکرِ نعمتِ ارزانِ ذوالکرام

لیکن جناب سیدہ آسماں حشم ۔۔۔ ہو ہی رہا تھا آپ کے کھانے کا اہتمام

ناگاہ در پہ سائل بیکس نے دی صدا ۔۔۔ لختِ دل رسولؐ کو پہنچے مرا سلام

دو وقت سے غذا نہ میسر ہوئی کوئی ۔۔۔ حاضر ہوا ہے آپ کی چوکھٹ پہ یہ غلام

فاقوں سے مر رہا ہوں مرا پیٹ بھر دیں آپ ۔۔۔ بہرِ خدائے پاک جو حاضر ہو کچھ طعام

کھانے سے ہاتھ روک گئے بنتِ رسولؐ نے ۔۔۔ فرمایا جا کے دے آ سے اے طفل نیک نام

مجھ کو تو ایک وقت سے کھانا نہیں ملا ۔۔۔ دو وقت سے ہے گرسنہ مسکین و مستہام

اُس ذاتِ با صفات پہ جود و سخا ہے ختم ۔۔۔ بذل و عطا کی دھوم ہے از ردم تا بہ شام

اے ماؤ، بہنو، بیٹیو! لو اُن سے تم سبق ۔۔۔ دل سے نکال دو ہوسِ جاہ و احتشام

مسکین و یتیم سائل و بیکس کی رات دن ۔۔۔ لیتی رہو خبر کہ قیامت میں آئے کام

جھڑکو نہ سائلوں کو نہ لاؤ جبیں پہ بل ۔۔۔ شاہد ہے صاف لفظوں میں اللہ کا کلامؔ[1]

ہر ذی حیات کیلئے جامِ ممات ہے

خیرات بزمِ دہر میں شمع نجات ہے

---

[1] وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ

اہلبیت کی زندگی

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا

گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا

سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار
گو نور سے بھرا تھا مگر نیلفام تھا

اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی جو ہر صبح و شام تھا

آخر گئیں جناب رسولِ خدا کے پاس
یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذن عام تھا

محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا

پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضور نے
کل کس لئے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا

غیرت یہ تھی کہ آپ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدر نے اُن کے منہ سے کہا جو پیام تھا

ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن
جن کا کہ صفۂ نبوی پر قیام تھا

ہیں اُن کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا

جو جو مصیبتیں کہ اب اُن پر گذرتی ہیں
میں اُس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا

کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم ہے اُن کا حق
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا

خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں
جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا

یوں کی ہے اہلبیت مطہر نے زندگی

یہ ماجرائے دختر خیر الانام تھا

اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تین روزے

(از جناب ملک الکلام قوی الامروہی)

سبطین مصطفےٰ ہوئے اک مرتبہ علیل
شدت کا شاہزادوں کو لاحق بخار تھا

ہر روز تھی مرض میں کچھ ایسی زیادتی
جس سے تمام گھر کو عجب انتشار تھا

بے چین تھے رسولؐ تو بے تاب مرتضیٰ
پہلو میں فاطمہ کے نہ دل کو قرار تھا

منت کے روزے رکھے علیؑ و بتولؑ نے
لیکن نہ گھر میں کھانیکو کچھ زینہار تھا

لائے کہیں سے قرض سوا سیر جو امام
افطار صوم پاک کا جن پر مدار تھا

بنت نبیؐ نے پیسے وہ جو اپنے ہاتھ سے
اس میں نہ کوئی شرم نہ کچھ ننگ و عار تھا

لائیں پکا کے شام کو وہ پانچ روٹیاں
جس جا قیام بادشہ ذوالفقار تھا

اتنے میں در پہ ایک مسافر نے دی صدا
جو مبتلائے گردش لیل و نہار تھا

اللہ رے فیض و خلق امام فلک مقام
ردِ سوال خاطر عاطر پہ بار تھا

دیدیں اٹھا کے روٹیاں پانچوں حضور نے
ہر شخص گھر میں صبح کو پھر روزہ دار تھا

زہرا نے پھر پکا کے رکھیں پانچ روٹیاں
مغرب کا اہلبیت کو پھر انتظار تھا

پھر در پہ اک فقیر نے آکر کیا سوال
صدمے سے بھوک کے جو بہت بیقرار تھا

دیدیں تمام روٹیاں پھر اُس فقیر کو
کیا خوب اہلبیت نبیؐ کا شعار تھا

یہ ماجرا جو دختر و داماد کا سُنا
حیران و مضطرب ہوئے پیغمبر انام

جبرئیل یک بیک ہوئے حاضر بصد ادب
پیغام حق دیا یہ پس از تحفۂ سلام

اے آفتاب اوج رسالت نہ ہو ملول
تھا سب یہ امتحان علیؑ فلک مقام

بھیجا ہے حق نے ان کے لئے تاج ھَلْ اَتیٰ
اب حشر تک رہے گا یہ زیبِ سرِ امام

دو فاطمہؓ کو صحت حسنینؓ کی نوید
اور مرتضیٰ کو مژدۂ منظوری صیام

بعد اس کے بھیش پانچ طبق نور کے لئے
جن میں بھرا ہوا تھا قوی خوش مزہ طعام

کی عرض اہلبیت اسے نوشِ جاں کریں
کھانا ہے یہ عطیۂ رزق ذوالکرام

محبوب کبریا نے کیا شکرِ حق ادا
گھر آئے مرتضیٰ کے بصد عز و احترام

مژدہ دیا جناب علیؓ و بتول کو
خوش ہو کے پنجتن نے تناول کیا طعام

امام حسین علیہ السّلام کا عفو

(از پیرزادہ حبیب اللہ صاحب مخدومی مشیر فیروزپوری)

ایک دن خانہ اطہر میں تھے مصروف طعام
خامسِ پنجتنِ پاک امام جمہور

آئے کچھ اہلِ عرب خوانِ کرم پر مہماں
میزبانی میں ہوئے شوق سے مشغول حضور

رکھدیئے سامنے خدام نے الوان طعام
بسکہ تھی خاطرِ مہماں شہ دیں کو منظور

آشِ گرم ایک پیالہ میں کنیزک لیکر
مطبخِ خاص سے آئی شہ والا کے حضور

فرطِ عجلت میں تھکانے نہ رہی ہوش و حواس
رعب محفل سے مساعد نہ رہی عقل و شعور

ہاتھ کو لرزہ ہوا پاؤں کو لغزش آئی
دفعتہً چھوڑ دیا ظرف کو ہو کر مجبور

فرش پر گر کے پیالہ ہوا ٹکڑے ٹکڑے
جس سے آلودہ ہوا سب تن ملبوس حضور

نگہ خشم سے دیکھا شہ عالی نے اُسے
ڈر گئی وہم سیاست سے کنیز مقہور

پڑھی بیساختہ قرآن کی وہ آیۂ پاک
جس میں کرتا ہے یہ ارشاد خداوند غفور

متقی وہ ہیں جو غصہ کو فرو کرتے ہیں
حد سے بڑھنے نہیں ہر چند کرے کوئی قصور

اس کو سنکر یہ دیا سبط پیمبر نے جواب
ضبط غصہ کو کیا میں نے بھی حتی المقدور

پھر وہ بولی کہ یہ ہے شیوۂ اہلِ تقویٰ
درگذر کرتے ہیں لوگوں کی خطاؤں کو ضرور

پھر کہا اس نے کہ جن لوگوں کا احسان ہے شعار
دوست کونین میں رکھتا ہے انہیں رب غفور

شہ نے ارشاد کیا جا تجھے آزاد کیا
آج کے دن سے میں آقا ہوں نہ تو ہے مامور

جب غم و دہر سے عاجز ہو تو آنا میرے پاس
جب زر و مال کی حاجت ہو تو کرنا مذکور

آپ بھوکے رہیں غیروں کو کھلائیں نعمت
اس گھرانے کا یہ شیوہ ہے جہاں میں مشہور

ہیں سبھی چشمۂ احساں چہ صغیر و چہ کبیر
ہیں سبھی آیۂ رحمت چہ اناث و چہ ذکور

اسلام میں عورتوں کی حُریت

(از مولوی عبدالمتین صاحب متینؔ تجاروی)

جب حضرتِ علیؓ و امیر معاویہ
صفین کی لڑائی میں جنگ آزما ہوئے

زرقا جو بنتِ عدی تھیں غصہ میں آگئیں
سمجھیں چلے گا کام نہ اب بے فدا ہوئے

میدان رزم میں گئیں ہو کر سوار خود
سب فوج کے حواس پریشاں بجا ہوئے

فرمایا آپ نے کہ سنو لے بہادرو
کیا وہ نہیں سنے ہیں جو فتنے بپا ہوئے

فتنے بھی ایسے جن سے تھے تاریک سب جہاں
ملتا نہیں ہے راستہ بے رہنما ہوئے

لیکن یہ یاد رکھو کہ سورج کے سامنے
رہتے نہیں چراغ کبھی بے ضیا ہوئے

تارے مقابلہ نہیں کر سکتے چاند کا
خچر ہیں مثل اسپ کبھی باد پا ہوئے

ٹلتے ہیں سنگریزے کبھی موتیوں کے ساتھ
کیوں آکے یہ مقابلِ شیر خدا ہوئے

کیا حضرت علیؓ سے لڑیں گے معاویہ
ناحق یہ اپنے درپئے مرگ قضا ہوئے

اپنی متاع گم شدہ کو حق نے پالیا
تھے اختلاف جتنے وہ یاد ہوا ہوئے

عورت کی زینت حیا ہی ہے۔ مردوں کی زیب جوشن
ہونگے وہ کامیاب جو تیغ آزما ہوئے

آگے بڑھو ہٹاؤ نہ پیچھے قدم کبھی
کیوں رکتے ہو وہ حوصلے تم سب کے کیا ہوئے

جب ہو چکی لڑائی۔ بلایا بہ احترام
اور مہمانوں کے فرائض ادا ہوئے

پوچھا معاویہؓ نے تمہیں ہوتی تھی خوشی
خطبہ سے جب تمہارے وہ گرم وغا ہوئے

زرقہ یہ بولیں ہاں ہوئی اُس دم بڑی خوشی
جب ساتھ والے آپ کے اکثر فنا ہوئے

بولے معاویہؓ کہ جو حاجت ہو مانگئے
بولیں وہ تم بھی خیر سے حاجت روا ہوئے

کیسے یہ ہو سکے کہ میں کچھ مانگوں آپ سے
جب ایسے جھگڑے آپ سے یوں برملا ہوئے

آزادی راست بازی غنا انکی دیکھکر
حیرت زدہ معاویہؓ بے انتہا ہوئے

جاگیر دس ہزار مقرر کی سال وار
اس حریت پہ اُن کو بہر تبرّک عطا ہوئے

آزاد اس قدر تھیں مسلمان عورتیں
اور مرد بھی تو ایسے ہی ہمت فزا ہوئے

یورپ میں اب نظر نہیں ایسی کوئی بھی
پھر کیوں لب شکایت اسلام وا ہوئے

کچھ سفر بیچ عورتیں اُٹھی تھیں جنکے ساتھ
برتاؤ آپ دیکھئے کیا جا بجا ہوئے

مزدوری اور اس کا مصرف

(نتیجۂ فکر جناب نجم آفندی اکبرآبادی)

گرد کل ہے اور نہ بادل کا نشاں — صاف ستھرا ہے عرب کا آسماں
دوپہر کا وقت گرمی کا شباب — ضو فشاں سطح سما میں آفتاب
دور سے حاضر حجازی شان ہے — سامنے خرموں کا نخلستان ہے
تازگی ہے پتہ پتہ سے عیاں — آبپاشی کر رہا ہے اک جواں
آستیں کہنی تلک تانے ہوئے — دامنوں کو اپنے گردانے ہوئے
رنج غربت کی نہیں ہے چھاؤں تک — سر سے بہتا ہے پسینہ پاؤں تک
نام وہ جسکی دو عالم میں نمود — صورت ایسی بھیجئے جس پر درود
کوئی فکر تاج فغفوری میں ہے — اور یہ خوش اپنی مزدوری میں ہے
دل میں ہو گے تم بھی سمجھے ہوئے — ہے یہ محنت اپنے بچوں کیلئے
آ رہا ہے دیکھو وہ حق شناس — کچھ فقیران عرب ہیں آس پاس

ان کی خاطر تھی مشقت سربسر — بانٹتا ہے اپنی محنت کے ثمر
تا در دولت بہ مجمع ساتھ تھا — گھر میں جب پہنچا تو خالی ہاتھ تھا
اب شریفوں کو ہے مزدوری سے عار
کیا علیؓ سے بڑھ کے ہیں یہ ذی وقار

نکتہ کی بات

(اثر خامہ چوہدری دلورام صاحب کوثری)

اک روز مرتضیٰؓ سے کسی نے یہ عرض کی — اے نائب رسولؐ امین دام ظلکم
بوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ میں چین تھا — عثمانؓ کے بھی عہد میں لبریز تھا یہ خم
کیوں آپ ہی کے دور میں جھگڑے یہ پڑ گئے — میری تو عقل ہو گئی اس مسئلہ میں گم
کہنے لگے ہے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات
ان کے مشیر ہم تھے ہمارے مشیر تم

حسنِ سلوک

(از جناب سید محمود اعظم صاحب فہمی. ترمذی ریاست بھوپال)

ایک دن صبح کو نکلے جو علیؓ بہرِ نماز — جا کے مسجد میں کریں تا کہ ادا فرضِ سحر
ابنِ ملجم نے کیا وار وہیں خنجر کا — درِ مسجد[۱] پہ جو پہنچے ہیں جنابِ حیدرؓ
آ گیا فرطِ نقاہت سے ادھر آپ کو غش — ابنِ ملجم کو گرفتار کیا سب نے ادھر
ہوش میں آئے ذرا غش سے جو وہ حق کے ولی — گرچہ تکلیف کا تھا روئے مبارک پہ اثر
سامنے آپ کے لایا گیا شربت[۲] کا گلاس — یوں کہا شیرِ خدا نے جو پڑی اس پہ نظر
ابنِ ملجم جو ہے زندانِ بلا میں محبوس — پہلے اس کو کوئی دے آئے یہ شربت جا کر
نہ رہے تشنہ بلب کوئی مرا دشمن بھی — بھائی ہوں ساقیٔ کوثر کا یہی سب کو خبر
ہو چکا سیر جو زنداں میں وہ ابنِ ملجم — نوشِ جاں حیدرِؓ صفدر نے کیا پھر ساغر

پاس پھر آپ نے بلوا کے حسنؓ کو یہ کہا — یہ وصیت ہے مری نقش ہو لوحِ دل پر
یاد رکھو نہیں دنیا میں کسی شے کو ثبات — مجھ کو بھی عالمِ عقبیٰ کا ہے درپیش سفر
بخش دینا مرے قاتل کی خطا بہرِ خدا — اور اگر تم سے یہ ممکن نہ ہوا اے جانِ پدر

---

۱ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ بحالتِ نماز یا عین سجدہ میں عبد الرحمٰن بن ملجم نے آپ پر حملہ کیا تھا
۲ بعض مورخ دودھ کا پیالہ کہتے ہیں۔

تو تم اک وار ہے زائد نہ لگانا اس کو | کیونکہ اک وار ہی اُس نے بھی کیا تھا مجھ پر

اپنے دشمن سے یہ ان لوگوں کے تھے آہ! سلوک | جن پہ تہذیب کا یورپ کے پڑا تھا نہ اثر

آج یورپ کہ جسے دعوئ تہذیب بھی ہے | جو کہا کرتا ہے ان لوگوں کو وحشی اکثر

اس کے برتاؤ اسیروں سے یہ ہیں اے فہمی

کہ وہ اک روٹی کے ٹکڑے کیلئے ہیں مضطر

اخلاق مرتضوی رض

(از مولانا ظفر علی خانصاحب بی۔ اے)

روایت ہے کہ اک سرکش یہودی | ہوا جنگ آزما شیر خدا سے

نہ تھا اس امر سے شاید وہ آگاہ | کہ یہ کشتی وہ لڑتا ہے قضا سے

ہوا اپنی جان کا ہو آپ دشمن | وہی اُلجھے علی مرتضےٰ سے

ہوا واقف وہ پہلی ہی پکڑ میں | علی رض کے زور مرحب آزما سے

زمیں پر آرہا گرتا ہے جس طرح | خزاں کا آخری پتا ہوا سے

کھڑی تھی موت اس کے سر پہ اُس وقت | نہ تھا خس کو مفر سیل فنا سے

یہ رنگ ذوالفقار اس کے لہو کے | نظر آتے تھے عرش و فرش پیا سے

یہودی نے یہ جب دیکھا کہ ہرگز — نہیں ممکن ہے بچنا اس بلا سے
مقابل چاند تھا تھوکا اسی پر — طبیعت کے پرانے اقتضا سے
کہ نکلے آخری نفرت کی حسرت — اسی حیلے دلِ کفر آشنا سے
یہ گستاخانہ یہ بیہودہ حرکت — جونہی سرزد ہوئی اس نانسزا سے
معاُرو کا علیؑ نے ہاتھ اپنا — وہ جو دو ہاتھ آگے تھا قضا سے
کیا خوں بھی معاف اور یہ خطا بھی — کہ احساں سے تھے لبریز کاسے
جرائم سے نوازش کچھ سوا تھی — عطائیں بڑھتی جاتی تھیں خطا سے
یہودی بن گیا تصویرِ حیرت — امیر المؤمنیں کی اس ادا سے
لگا کہنے کہ اے سردارِ ذی جاہ — یہ سب کچھ کیوں ہے اور کس مدعا سے
تجھے کیوں میری اس حرکت سے اغماض — جو ہے مذموم بڑھ کر انتہا سے
مکافاتِ عمل کا یہ تصوّر — ہے بالاتر مری فکرِ رسا سے
جواب اس نکتۂ باریک کا یوں — ملا اس کو لبِ مشکلکشا سے
جو سچ پوچھے تو غصہ آگیا تھا — مجھے اس تیرے فعلِ ناروا سے
مگر یہ غصہ رکھتا تھا تعلق — فقط میرے ہی نفسِ فتنہ زا سے
میں اس حالت میں تجھکو قتل کرتا — تو ہوتا سرخ رو کیونکر خدا سے

کہ میں جو کام بھی کرتا ہوں اسمیں
غرض ہوتی ہے مولا کی رضا سے

یہودی سُن چکا اچھی طرح جب
یہ ارشاد انتہا تک ابتدا سے

پکار اٹھا کہ ہے اسلام سچا
ہے دُنیا قائم اس دین ہدا سے

تہی داماں رہا ہوں آج تک میں
چنوں گا پھول اب اس بستاں سرا سے

مرا گھر شعلہ زارِ طور ہو گا
اب اس شمعِ فروزاں کی ضیا سے

نہ سرتابی کروں گا آج کے بعد
خدا سے اور محمدؐ مصطفےٰ سے

اُویس قرنیؓ

(از سید شریف حسین صاحب بی اے اسلامیہ ہائی سکول گجرانوالہ)

دل سوز جب خبر سُنی حضرت اویسؓ نے
جنگ احد میں ہو گیا دانت آپکا شہید

آنکھوں سے اُنکی دفعتہً آنسو ہوئے رواں
مینائے دل پہ اس سے لگی ٹھیس اک شدید

غم میں دہن سے اپنے دئے دانت سب نکال
عشق نبی میں تھا یہی انکا صواب دید

سب دانت ان کی راہ میں اپنے کئے فدا
ہے جن کے ہاتھ میں درِ فردوس کی کلید

اسلام کو جہان میں ممتاز کر گئے
سلمانؓ و ابنِ عوفؓ و اویسؓ و ابوسعیدؓ

رزق حلال

(از طالب سہارنپوری)

خسروِ مملکتِ فخر براہیم ادھمؒ ؎ | جس کی ہر بات تھی آئینہ اسرارِ قدم
ایک شب محوِ سجادہ خوابِ شہنشاہی میں | ناگہاں آئی اِک آوازِ سرِ گوشِ کرم
بس وہ آواز تھی اِک بانگِ حقیقت آہنگ | جو اُترتی چلی جاتی تھی جگر میں پیہم
اس کی تاثیر نے کایا ہی پلٹ کر رکھ دی | بینوائی سے مبدل ہُوا شاہی عالم
مار کر تخت پہ فوراً سرِ پائے تحقیر | بزمِ شاہنشہی خاص کو کر کے برہم
ہو گیا شوق میں گرمِ طلبِ قوتِ حلال | چھانتا پھرنے لگا خاکِ بیابانِ الم
الغرض کھول کے طرطوس میں رختِ اُمید | باغِ رُماں کی حفاظت پہ ہوا مستحکم
صاحبِ باغ سے لیتا تھا بقدرِ محنت | رائج الوقت ہر اک ماہ میں دس دس درہم
یک بیک آگیا اک روز بہنگامِ سحر | صاحبِ باغ بہمراہی غلمان و خدم
عالمِ شوق میں بولا پسرِ ادہم سے | اے چمن بندِ گلستانِ طراوت عالم

؎ نام شہر

توڑ کر لا تو ذرا ایک انارِ شیریں — جس کی شیرینی سے ہو جائے طبیعت خرم

غور سے حکمِ اطاعت کی سماعت کر کے — لا دیا توڑ کے اچھا سا انارِ پُر نم

جب آکاٹ کے چکھا تو یہ مالک نے کہا — یہ تو کھٹا ہے کہ پہنچاؤ کوئی اور بہم

بعد ازاں چھانٹ کے لے آیا وہ اک ایسا انار — جو گلستاں کے اناروں میں تھا سب سے اعظم

شوخ رنگی میں دہکتا ہوا انگارا تھا — یا کہ پھولا ہوا رخسارۂ حورانِ ارم

یوں پھٹا پڑتا تھا وہ جوشِ نمو میں لپک کر — صدمۂ ہجر سے جیسے کوئی قلبِ پُر غم

اُس کی رنگینیِ کامل سے ٹپکتا تھا یہی — لاجرم ظاہر و باطن کا ہے یکساں عالم

لیکن اک دانہ نگیں جو چبا کر دیکھا — یک بیک کھل گیا سب باطنی ترشی کا بھرم

ترش رو ہو کے کہا باغ کے اُس مالک نے — اے ترے دم سے مرا باغ ہوا تازہ دم

تجھ کو مدت ہوئی اس باغ میں رہتے رہتے — تو نے عرصہ ہوا اس باغ میں رکھا ہے قدم

تو نے کیا چیر کے اتنا بھی نہ دیکھا ہو گا — کونسا ترش ہے اور کونسا شیریں اتم

گوش زد کر کے یہ الفاظِ عتاب آلودہ — بُردباری سے کیا گردنِ تسلیم کو خم

بعد ازاں کانپتی آواز میں یہ عرض کیا — اے گلِ گلشنِ الطاف و چمن زارِ کرم

میں تو ہوں ظاہری حالت کا پرکھنے والا — اور باطن کا ہے علامِ حقیقی اعلم

نیز اس پیکرِ تقویٰ نے متانت سے کہا — میری تنخواہ معین ہوئی جب بیش و کم

آپ کا حکم تھا گلشن کی حفاظت کرنا نہ کہ چکھا کروں شیرینی و ترشی باہم

اس پہ کچھ طعن سے آقا نے زباں کو کھولا الغا ہیں تو نہیں آپ براہیم ادہم

ابن ادہم نے باندیشۂ افشائے راز کنجیاں دے کے اٹھا یا وہیں رخصت کا قدم

صاحب باغ نے یہ دیکھ کے شفقت سے کہا نام رخصت نہ لے اے صاحب اخلاق و شیم

تیری تنخواہ میں کر دونگا اضافہ معقول کنجیاں باغ کی لے، اور نہ ہو اتنا برہم

لیکن اس مرد خدا نے کیا اس کا انکار اور یوں کھولا سلیقہ سے زباں کو اکرم

پیشتر آپکو مجھ سے نہ تھا کچھ حسن ظن اب ہوئے آپ مرے معتقد مستحکم

پہلے تو آپ دیا کرتے تھے تنخواہِ عمل اور اب دیں گے مجھے زہد کے بدلے میں درہم

یہ حقیقت میں ہے وہ زہد فروشانہ طریق جو زبس اکل حلالی کیلئے ہے اک سم

اس سے حاصل نہیں ہوتی ہے صفائے قلبی اور سینہ میں اترتے نہیں انوارِ قدم

یہ کہا اور وہاں سے ہوا رخصت طالب

وہ براہیم ادہم۔ صاحب اسرار و حکم

علامہ احمد بن نصر محدث بغداد کی شہادت

(از مولانا ظفر علی خان صاحب مالک اخبار زمیندار لاہور)

تھا پختہ یہ واثق کا عقیدہ کہ ہر اک شخص
گردن زدنی ہے جو نہیں معتزلی ہے

احمد کی یہ حجت تھی کہ قرآں نہیں مخلوق
تصنیف مصنف کی طرح لم یزلی ہے

شایاں نہیں مومن کو کہ ہو منکر رویت
ایماں کی یہ تفسیر بعنوان جلی ہے

اس کلمۂ حق پر انہیں ہونا تھا ہوئے قتل
تقدیر یونہی تھی جو ٹلے گی نہ ٹلی ہے

سر قطع پہ لوٹا تو فرشتوں نے یہ سمجھا
شاید کوئی روضۂ رضواں کی گلی ہے

حوروں نے لیا تھام تو تھا لاش کا یہ رنگ
گویا گر ابھی نور کے سانچے میں ڈھلی ہے

احمد کا لہو آج بھی دیتا ہے شہادت
قرآن کی ہر آیت ابدی ہے ازلی ہے

ہے سنت اسلام اسی خون کی سرخی
یہ فصل اسی خون سے پھولی ہے پھلی ہے

درسِ مساوات

نازشِ دودۂ عباسیہ ہارون رشید
اک دفعہ شہرِ مدینہ کا کیا اس نے سفر

ساتھ شہزادہ مامون و امین دونوں تھے
ایک تھا لختِ جگر دوسرا تھا نورِ بصر

اس زمانہ میں مدینہ کا تھا گوشہ گوشہ
چشمۂ نورِ ہدیٰ، منبعِ قرآن و اثر

مجلسِ خاص مگر مسجدِ نبوی میں تھی
مسندِ مالک ابنِ انس پاک گہر

یہ وہ تھی بزم جہاں "قال رسول" کے سوا
نہ کوئی اور صدا تھی نہ کوئی اور خبر

نغمہ سنجانِ ازل دُور سے یاں مُہر بلب
قدسیانِ حرمِ پاک یہاں گوش بدر

ہر طرف زمزمۂ "حدثنا اخبرنا"
ہر طرف شور فگن "صلِ علیٰ خیرِ بشر"

ایک نقطہ پہ یہاں جمع تھا سارا عالم
ہند و چین۔ شام و عرب، مغرب و مصر و بربر

آرزو یہ تھی خلیفہ کو مدینہ آکر
جائیں محروم نہ اس در سے مرے لختِ جگر

پہنچا یہ حکم خلافت سے کہ اے ابن انس
مجمعِ عام میں جا سکتے نہیں میرے پسر

اس لئے آج یہ بہتر ہے کہ املائے حدیث
آپ دیں خاص انہیں ایوانِ شہی میں آکر

سُن کے فرمانِ خلافت کو یہ ارشاد ہوا
اے خلیفہ تری تعمیل ضروری ہے مگر

ہے یہ علمِ نبوی تیرے ہی گھر کی دولت
خواہ حرمت اسے دے خواہ اہانت اسے کر

سن کے ہارون نے دربار اما کا جواب | بھیجا پیغام کہ خیر آپ نہ آئینگے اگر
خود یہ شہزادے وہاں درس میں حاضر ہونگے | لیکن اوروں کا نہ ہو بزم میں اُسوقت گذر
مالکِ ابن انس نے اسے کہلا بھیجا | میرے کاشانہ میں ممکن نہیں تمیزِ بشر

درگہِ خاص نہیں درسگہِ عام یہ ہے
ہو مساواتِ بشر، معنی اسلام یہ ہے

قوتِ ایمان اور جوشِ عمل

(نتیجہ فکر جناب مولوی حامد حسین صاحب قادری)

نذرِ آتش کیا طارق نے جو اندلس میں جہاز | لوگ کہنے لگے گھبرا کے "یہ کیا تم نے کیا!
ترکِ اسباب جہالت ہے خدا کے نزدیک | ہے وطن دور تو کس طرح پہنچنا ہو گا؟"
ہاتھ تلوار پہ رکھکر یہ دیا ہنس کے جواب | ملک ہے یہ بھی ہمارا ہی کہ ہے ملکِ خدا"

یہی وہ قوتِ ایماں تھی مسلمانوں کی | تھی جسے دیکھ کے انگشت بدنداں دُنیا
آفتابِ نبوی کی جو پڑی تھیں کرنیں | ذرّہ ذرّہ عربستاں کا چمک اٹھا تھا
یہی وہ شانِ عمل تھی یہی وہ جوشِ عمل | کہ نظر آتے تھے یکساں انہیں دشت اور دریا

وہ کسی ایک سبب کے کبھی پابند نہ تھے
تھا فقط ذاتِ مسبب پہ بھروسا ان کا

وہ نہ تھے رنگ کے پابند نہ مجبور وطن
ساری دنیا کو سمجھتے تھے کہ ہے گھر اپنا

سب مسلمان تھے اک گلشنِ اسلام کے پھول
اسود و ابیض و احمر کا کوئی فرق نہ تھا

جو ہو اتقیٰ وہ سمجھتے تھے اسی کو اکرم
صرف ایمان نہیں۔ اس پہ عمل تھا ان کا

وہ عمل کرتے تھے دعوے سے نہ تھا کام انہیں
ان کے "کہنے" کو کیا کرتا تھا ثابت "کرنا"

ہند ہو، مصر ہو، یورپ ہو، عرب ہو، کہ عجم
ان کے احساں سے گراں بار ہے ساری دنیا

مسلمان موٗر قوم عرب کی دشمن نوازی

(از مولانا بشیر الدین احمد صاحب)

مور کو قتل اک اسپین کے قاتل نے کیا
جان کے خوف سے تعجیل میں لی راہِ فرار

سعی بیکار گئی ڈھونڈنے والوں کی تمام
ہو گیا باغ کی دیوار کو وہ پھاند کے پار

اتفاقاً تھا اسی باغ کا مالک اک مور
شخص مفرور ہوا عجز سے یوں عرض گذار

باغ میں مجھکو کسی طرح چھپا رہنے دے
تا مری جاں کو جلائے نہ ہلاکت کا شرار

مردِ مسلم نے کہا کیف حمایت ہیں مری — ہر طرح شوق سے کھا پی تو نہ ہو زار و نزار

جان کیا بال تلک آنچ نہ آنے دوں گا — کرتا ہوں حفظ اماں کا ترے دل سے اقرار

کہہ کے یہ گھر میں نہ پہنچا تھا کہ دروازہ پر — اس کے مقتول پسر ہی کے تھی لاشہ کی پکار

قتل فرزند پہ تھا نالہ کناں کشتۂ غم — بوالعجب یہ ہے کہ قاتل بھی تھا قبضہ کا شکار

شغب و شورِ خلائق تھا کہ قاتل ہے یہاں — واہ رے مومن ترے صبر و تحمل کے نثار

سب کو رخصت کی سرِ شام بصد خاموشی — شب ہوئی باغ کو راہی ہوا وہ نیک شعار

پھر مخاطب ہوا قاتل سے کہ اے عیسائی — میرے بیٹے کا تو قاتل ہے نہیں شک زنہار

حق یہ انصاف کا تھا خون پسر کا موقوف — فیصلہ کا حق و ناحق کے ہے دن روزِ شمار

لاشِ مقتول ابھی گھر میں دھری رکھی ہے — وقت ہے گر تجھے تلوار کے دوں گھاٹ اتار

لیکن اسلام کے آگے ہے مری گردن خم — یاد آتا ہے حفاظت کا تری قول و قرار

چل سوئے اصطبل اک دیتا ہوں گھوڑا براق — صبح سے پہلے گزر جائیگا خطرہ کا دیار

یہ گیا وہ گیا نظروں سے سوارِ مرکب — ظلمت و نور کے دو فیصلے ہیں لیل و نہار

یاد رکھنے کی یہ باتیں ہیں نہ بھولو اے بشیر
میزباں ہوتے تھے اسلام میں جاں نثار"

سلطان ناصرالدین کا طریق زندگی

(از مولوی عبدالمتین صاحب متین)

ناصرالدین کے زمانہ میں — جبکہ وہ بادشاہ دلّی تھے
خوب امن و امان رہتا تھا — اور سب لوگ ان سے راضی تھے
عادل و عابد و شجاع تھے وہ — بامروّت سراپا نیکی تھے
تھے محلات جس قدر شاہی — وہ بھی زیبائشوں سے خالی تھے
نہ کنیزیں حرم سرا میں تھیں — اور نہ کچھ نوکر ان کے ذاتی تھے
بلکہ خود جھونکتی تھی چولہے کو — اور وہ محنت کے خود بھی عادی تھے
ایک دن ملکہ نے کہا اُن سے — جب وہ مصروف یادِ باری تھے
ہاتھ میرے جھلستے ہیں ہر روز — چُولھے چکّی کے کب یہ عادی تھے
سُن کے سلطان نے جواب دیا — جو کہ آگاہِ رازِ ہستی تھے
تھا خزانہ تو سب رعایا کا — اس میں کب کچھ حقوق شاہی تھے
رکھتے لونڈی غلام کیونکر ہم — جیب خالی تھی ہاتھ خالی تھے
لکھ کے قرآن اس کے ہدیہ سے — وہ بسر کرتے زندگانی تھے

سلطان جلال الدین خلجی

(از مولوی عبید المتین صاحب متین)

جلال الدین تھا بلبن کے سرداروں میں نامور
ملا جب تخت و تاج اسکو تو شکر حق بجا لایا

گیا سلطان جب دیوان خاص شاہ بلبن میں
تو تعظیماً وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا

سبب لوگوں نے جب پوچھا تو فرمایا تھا انتے
ادب لازم ہے اس کا قصر ہے یہ میرے آقا کا

یہ مجبوری ہیں خوف جان سے بیٹھا تخت شاہی پر
وگرنہ مجھکو تخت سلطنت سے واسطہ کیا تھا؟

وہ اپنے دوستوں سے جسطرح ملتا رہا ہے
حصول سلطنت کے بعد بھی ویسے ہی ملتا تھا

عطا کی اُس نے جب جاگیر بلبن کے بھتیجے کو
تو کچھ دن بعد وہ سلطان دلی سے بگڑ بیٹھا

ہوئی جنگ اور وہ مع ساتھیوں کے آگیا بس میں
گرفتار بلا ہوکر وہ جب دربار میں آیا

تو فوراً اسکو اُس کے ساتھیوں کو دے کے آزادی
کرایا غسل اور عمدہ لباس ان سب کو پہنایا

انہیں کھانا کھلایا ساتھ اپنے. مہربانی کی
اور اس کے ساتھیوں سے پھر بصد الطاف فرمایا

ہوئے گو تم مخالف میرے لیکن میں بہت خوش ہوں
کہ تم نے راست بازی سے دیا ساتھ اپنے آقا کا

بہت کچھ بادشاہ نے بخشا بلبن کے بھتیجے کو
اور اس کے ساتھیوں کو بھی دیا جو کچھ کہ دینا تھا

طریقے تھے یہ دیکھو اس سے پہلے بادشاہوں کے
نہ وہ آزار دیتے تھے نہ لیتے تھے کوئی بدلا

محمود غزنوی اور ایک بڑھیا

(از مولوی عبدالمتین صاحب متینؔ)

آ کے محمود غزنوی سے کی ۔۔۔ ایک بڑھیا نے اس طرح فریاد
لٹ گئی لٹ گئی دہائی ہے ۔۔۔ آہ کیسی میں ہو گئی برباد
ہے جو ایران کی سڑک اسپر ۔۔۔ روز ہوتی ہے اک نئی بیداد
قافلوں کو ہیں لوٹتے رہزن ۔۔۔ اور سنتا نہیں کوئی فریاد
میرا بیٹا بھی جا رہا تھا اُدھر ۔۔۔ کیا خبر تھی پڑے گی یہ اُفتاد
قافلہ لوٹا قتل اس کو کیا ۔۔۔ کیوں رہی زندہ ہائے ہیں ناشاد
بولے سلطاں کہ دور ہے وہ جگہ ۔۔۔ اسلئے رہتا ہے یہ شر و فساد
کہا بڑھیا نے چھوڑ دیجے اُسے ۔۔۔ جب نہیں انتظام حسب مراد
اہل دربار محو حیرت تھے ۔۔۔ دیکھ کر اس کو اس طرح آزاد
متأثر ہوا بہت سلطاں ۔۔۔ سن کے بڑھیا کی بے دھڑک فریاد
کیا فی الفور انتظام اس کا ۔۔۔ تا نہ واقع ہو ایسی پھر روداد
دیکھئے پہلے اس طرح سلطاں ۔۔۔ سنتے تھے عام طور پر فریاد

دادکو ان کی وہ پہنچے تھے　　اور کرتے تھے خوب شفقت داد

یہی زیبا ہے بادشاہوں کو

ملک اور خلق تا کہ ہو آباد

مساوات اسلامیہ

(از پروفیسر محمد دین صاحب تاثیر ایم۔اے لاہور)

اک عمارت گر کہ تھا وہ ساکنِ شہر خجند　　اپنے فن میں یعنی تھا نامدار و ارجمند

ایشیا کا بچہ بچہ جانتا تھا اس کا نام　　یعنی تھا تعمیر کی مانند شہرت کو دوام

آہنی ہاتھوں میں اس کے زندگی کا راز تھا　　پتھروں میں جان پڑ جاتی تھی یہ اعجاز تھا

آستاں پر اس کے پہنچا خادمِ شاہِ مراد　　شاہِ فن کو بادشاہِ ملک و دیں کرتے ہیں یاد

مدعا یہ ہے کہ اک مسجد نئی تعمیر ہو　　اور چند اک ماہ میں! ایسی کوئی تدبیر ہو

سجدہ گاہِ مومنیں پاکیزہ ہو مثلِ نماز　　آئینہ دارِ حقیقت در حقیقت ہو مجاز"

ہو گیا معمار بے چون و چرا سرگرمِ کار　　حکم شاہنشاہ تھا فرمودہ پروردگار

الغرض معمار نے دکھلا دیا پورا کمال　　حسن آرایش میں مسجد آپ تھی اپنی مثال

اک عجب دن آیا کہ خود آئے امیر المومنیں　　دیکھتے ہی پتھروں پر بجلیاں گرنے لگیں

طیش کی تصویر زندہ! بل جبیں پر۔ سانس تیز
سُرخ چہرہ۔ لرزہ براندام۔ آنکھیں شعلہ ریز

قطع کر دو ہاتھ جس نے یہ بنا تعمیر کی
جس نے صنعت کیلئے مذہب کی یوں تحقیر کی

سطحِ ظاہر سے بہت بالا تھی سلطاں کی نظر
آشکار البطن باطن تھا ہویدا مستتر

ختم سجدہ پر کمالِ حسنِ فن لاریب تھا
قبلہ کج لیکن تھا سو عیبوں کا یہ اک عیب تھا

کٹ گیا وہ ہاتھ جس میں زندگی کا راز تھا
پتھروں میں جان پڑ جاتی تھی یہ اعجاز تھا

صبر کرتا جان پر ایسا نہ تھا معمار بھی
شہر کے قاضی کے آگے جا کے یوں فریاد کی

اے کہ تیرا حکم ہے فرمودۂ پروردگار
اے کہ تو انصاف پیغمبر کا ہے آئینہ دار

اے کہ تیرے واسطے یکساں ہیں سب شاہ و گدا
تو محافظ ہے۔ امانت دار ہے قرآن کا

میری محنت پیشہ کی دولت رائیگاں جاتی رہی
قطع ید اس "جرم" کی کیسے سزا نافذ ہوئی

تو سنا دے فیصلہ از روئے قرآں صاف صاف
شاہ یا معمار۔ قرآں سے ہے کس کو انحراف

بادشاہ قاضی کے آگے پیش آخر ہو گیا
سطوت قرآں سے چہرہ زرد ڈر کر ہو گیا

رو رہا تھا، لرزہ براندام تھا شرمندہ تھا
جان تن سے جا چکی تھی دیکھنے میں زندہ تھا

کہہ رہا تھا یوں خطا مجھ سے ہوئی اقرار ہے
جو سزا بھی ہو مرا دل اس کیلئے تیار ہے

حکم قاضی نے سنایا ہے حیات اندر قصاص
حکم قرآنی برابر ہے برائے عام و خاص

"کاظمین الغیظ"، پر مسلم خدا نے ہے کہا
حدِ شرعی سے گذرنا طیش میں ہے ناروا

عبدِ مسلم کم نہیں رتبہ میں کچھ احرار سے — بادشہ کا خون رنگیں تر نہیں معمار سے"
جونہی شاہنشاہ نے یہ نصِ قرآنی سُنی — آستیں لٹکی ہوئی ہاتھوں سے اوپر کھینچ لی
مدعی یہ دیکھکر بے ساختہ چلا اٹھا — آیۂ بالعدل والاحسان خود پڑھنے لگا
میں نے نجاشاہ کو اپنے خدا کیواسطے — رحمۃ للعالمیں کے مصطفےٰ کیواسطے

جس نے سب کے واسطے انصاف یکساں کر دیا
مور بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دیا

اسلام کا برتاؤ ایک کبوتر سے

(از مولانا ظفر علی خاں)

مصر کا عمرو ابن العاص نے جب عزم کیا — نصرتِ حق کا ملک لائے فلک سے پیغام
فوج کے قلب میں ہے جلوہ فگن قائد فوج — یا ہے جھرمٹ میں ستاروں کے گھرا ماہ تمام
جھومتی آتی ہے مستانہ عمرؓ کی تدبیر — چومتی جاتی ہے تقدیر رکاب اسلام
لا نہیں سکتے تھے مقوقس کو وہ کب خاطر میں — بات میں پا کے بنا آئے جو کسریٰ کو غلام
ان کے اندازہ میں بھی مصر کی دولت کیا چیز — جن کی صولت سے ہوا فیصلہ قسمت شام
نیل پر جا کے غرض ڈالدیا دیں نے پڑاؤ — نصب کچھ دور ہٹے رہتے ہیں لشکر کے خیام

پہلے ہی دن ہوئی اس راز سے قبطی آگاہ ‏ ‏ مصر لوٹ کے جائینگے نہ مسلم ناکام

مصر نے جان لڑائی میں لڑا دی لیکن ‏ ‏ آچکا تھا نظر آغاز میں اس کا انجام

جنگ اور اس کے تسلسل کی یہ کیفیت تھی ‏ ‏ کہ مہینوں کو جدا ہو گئے شمشیر و نیام

معرکہ جب ہوا سر۔ تو دیا عمروؓ نے حکم ‏ ‏ کہ اب آگے بڑھیں رایات سعادت فرجام

عمروؓ سے آکے یہ خادم نے کہا خیمہ میں ‏ ‏ آشیاں بند کئی روز سے ہے ایک حمام

انڈے بچے بھی کبوتر کے ہیں اس گھونسلے میں ‏ ‏ لا کے چوگا وہ کھلاتا ہے انہیں صبح اور شام

عمروؓ نے سنکے یہ بات اپنے ملازم سے کہا ‏ ‏ کر دیا خیمہ ہبہ میں نے کبوتر ہی کے نام

میرے مہمان کو تکلیف نہ ہونے پائے ‏ ‏ میرے اکرام یہ ہے اس کا مقدم آرام

شہر اک اسلام نے آباد کیا پر رونق ‏ ‏ تھا کبوتر کا جہاں عمروؓ کے خیمہ میں قیام

خیمہ کے واسطے نام عربی ہے فسطاط ‏ ‏ پڑ گیا اسلئے فسطاط ہی اس شہر کا نام

ہیں فدا اس چمن آرائے حجازی پہ ظفر ‏ ‏ جنکے اخلاق کی نکہت سے معطر ہے مشام

ہو کبوتر سے جب اسلام کا ایسا برتاؤ
کیوں نہ یہ دین ہو دنیا کیلئے رحمت عام

اسلامی حرّیت و حق گوئی

(از علامہ شبلی مرحوم)

جب ولیعہد ہوا تختِ خلافت کا یزید — عاملِ یثرب و بطحا کو یہ پہونچے پیغام

کہ ولی عہد کا بھی اب سے پڑھے نام ضرور — خطبۂ پڑھتا ہے حریمِ نبوی میں جو امام

وقت آیا تو چڑھا پائۂ منبر پہ خطیب — اور کہا یہ کہ یزید اب ہے امیرِ اسلام

یہ نئی بات نہیں ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ — جانشیں کر گئے صحبت کا پہنچا یہ انجام

اٹھ کے فرزندِ ابوبکرؓ نے فوراً یہ کہا — سر بسر کذب ہے یہ اے خلفِ نسلِ لئام

جھوٹ ہے یہ کہ ہے یہ سنّتِ بوبکر و عمر — ہاں مگر قیصر و کسریٰ کی ہے یہ سنّتِ عام

اپنے بیٹے کو بنایا تھا خلیفہ کس نے؟ — ایسی بدعت کا نہیں ہے اسلام میں نام

یہ طریقہ متوارث ہے، تو کفار میں ہے — ورنہ اسلام ہے اک مجلسِ شوریٰ کا نظام

شانِ اسلام ہے شخصیتِ ذاتی سے بعید — شرع میں سلطنتِ خاص ہے ممنوع و حرام

اس سے بھی قطعِ نظر نسلِ عرب ہیں ہم لوگ

وہ کوئی اور ہیں ہوتے ہیں جو شاہوں کے غلام

ماں کی نصیحت بیٹے کو

از علامہ شبلی مرحوم

مسند آرائے خلافت جو ہوا ابن زبیرؓ
سب نے بیعت کیلئے ہاتھ اٹھائے یکبار

ابن حجاج نے مروان کو بھیجا پئے جنگ
جس کی تقدیر میں تھا خانِ حرم کا تھا شکار

حرم کعبہ میں محصور ہوئے ابن زبیرؓ
فوج بیدیں نے کیا کعبۂ ملت کا حصار

دامن عرش ہوا جاتا تھا آلودہ گرد
بارش سنگ سے اٹھتا تھا جو اڑ کے غبار

تھا جو سامان سفر چار طرف سے مسدود
ہر گلی کوچہ بنا جاتا تھا اک کنج مزار

جب یہ دیکھا کہ کوئی ناصر و یاور نہ رہا
ماں کی خدمت میں گئے ابن زبیرؓ آخر کار

جا کے کی عرض کہ اے اُختِ حریم نبوی
نظر آتے نہیں اب حرمت دیں کے آثار

آپ فرمائیے اب آپ کا ارشاد ہے کیا
کہ میں ہوں آپ کا اک بندۂ فرمانبردار

صلح کر لوں کہ چلا جاؤں حرم سے باہر
یا یہیں رہ کے اسی خاک پہ ہو جاؤں نثار

بولی وہ پردہ نشین حرم ستر عفاف
حق پہ گر تو ہے تو پھر صلح ہے موجبِ عار

یہ زمیں ہے وہی قربانگہ اسماعیلی
فدیۂ نفس ہے خود دین خلیلی کا شعار

ماں سے رخصت ہو یہ کہہ کے بآداب و نیاز
آپ کے دودھ سے شرمندہ نہ ہوں گا زنہار

پہلے ہی حملہ میں دشمن کی اُلٹ دیں فوجیں ـ جسطرف جاتے تھے یہ ٹوٹتی جاتی تھی قطار
منجنیقوں سے برستے تھے جو پتھر پیہم ـ ایک پتھر نے کیا آکے سر و رخ کو نگار
خون ٹپکا جو قدم پر تو کہا ازرہ فخر ـ یہ ارادہ ہے کہ ہم ہاشمیوں کا ہی شعار
اس گھرانے نے کبھی پشت پہ کھایا نہیں زخم ـ خون ٹپکیگا تو ٹپکیگا قدم پہ ہر بار
زخم کھا کھا کے گرے جاتے تھے لیکن کبتک ـ آخر الامر گرے خاک پہ مجروح و نثار
لاش منگوا کے جو حجاج نے دیکھی تو کہا ـ اس کو سولی پہ چڑھاؤ کہ یہ تھا قابل دار
لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن ـ اُن کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار
اتفاقات سے اک دن جو ادھر آ نکلیں ـ دیکھکر نعش کو بیساختہ بولیں یکبار

ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اترتا نہیں اب بھی یہ سوار

ابراہیم ادہم

(از جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب سعید بریلوی)

حضرت ابراہیم ادہم سو رہے تھے ایک شب ـ خواب سے چونکے تو منظر کچھ نظر آیا عجب
دیکھتے کیا ہیں کہ نور افشاں ہے ماہ پرضیا ـ اور مثلِ گلِ شگفتہ اک فرشتہ ہے کھڑا

لکھ رہا ہے کچھ کتاب زر میں وہ قدسی صفات | ہمت افزا دیکھ کر اس کی نگاہِ التفات

بولے ادہم آپ کیا لکھتے ہیں یہ ہے کیا کتاب؟ | مسکرا کر یوں لطافت سے دیا اس نے جواب

عاشقانِ حق کے ناموں کی یہ ہے فہرست عام | پوچھا ادہم نے کہ "اسمیں ہے کہیں میرا بھی نام"

آپکا اسم گرامی تو جناب اس میں نہیں! | سن کے یہ کہنے لگا ادہم یہ آوازِ حزیں

عاشق یزداں اگر بننے کے لائق میں نہیں | اُسکے بندوں سے تو ہے مجھکو محبت بالیقیں

آپ انسانوں کے ہمدردوں میں لکھ لیں میرا نام | خدمتِ خلقِ خدا میرا ہی اک مرغوب کام

حسب استدعا فرشتہ نام لکھ کر چل دیا | دوسری شب پھر بڑی اک شان سے نازل ہوا

اور اک فہرست ابراہیم کے ہاتھوں میں دی | چاہتا ہے خود خدا جنکو یہ اُن لوگوں کی تھی

دیکھتے ہی حضرتِ ادہم کی باچھیں کھل گئیں
کیونکہ اس میں تھا انہیں کا نام نامِ اولیں

تاریخ حریت اسلام

نقل چٹھی نمبر ۸۶۹ مورخہ ۲۶-۹-۲۳ منجانب ایچ ایل لنگ ہارن صاحب بہادر

سکرٹری پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی - لاہور

بنام ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور

ہم نے آپ کی کتاب "تاریخ حریت اسلام" کیلئے جو پچھلے دنوں پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے زیر تجویز تھی پنجاب کے اینگلو ورنیکلر اور ورنیکلر سکولوں کی لائبریریوں میں لئے جانے کی سفارش کر دی ہے۔

نقل سرکلر نمبر ۵۱ مورخہ ۹-۲۳ منجانب ڈائرکٹر صاحب

پبلک انسٹرکشن پنجاب

بنام تمام ڈپٹی کمشنر صاحبان - ڈویژنل و ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز۔ چیف انسپکٹرس آف سکولز - انسپکٹرس آف سکولز۔ اعلیٰ افسران گورنمنٹ کالج و سکولز - ہیڈ ماسٹر صاحبان اینگلو ورنیکلر بورڈ سکنڈری سکولز و منیجر صاحبان ایڈڈ و منظور شدہ سکولز پنجاب و سپرنٹنڈنٹ بورسٹل انسٹی ٹیوشن - لاہور

۵- اگست ۱۹۲۳ء

جناب من! مندرجہ ذیل کتب کے لئے انعامی کتب اور سکولز لائبریریوں میں خریدے جانے کی سفارش کی جاتی ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام شائع کنندہ	قیمت
۱۸	تاریخ حریت اسلام مصنفہ منشی محمد الدین فوق	کشمیری اخبار۔ لاہور	تین روپے ۳